ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

10

www.tanzeem.org

15 تا 21 ربیع الاول 1431ھ / 2 تا 8 مارچ 2010ء

اس شمارے میں

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

آخری جنگوں کی پیشین گوئیاں

تاریخ ساز مدبّر

حقیقی عزت والے ﷺ

محمد رسول اللہ ﷺ کا یوم ولادت

میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں......

نائن الیون: سرکاری کہانی کا پوسٹمارٹم

زبانِ خلق ہمیشہ غلط نہیں ہوتی

ایمان بالرسالت کا اجتماعی تقاضا

ایمان بالرسالت کا اجتماعی تقاضا یہ ہے کہ جس طرح ایک شخص محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی تصدیق اور اقرار کرتا ہے اور مسلمان کہلاتا ہے، اسی طرح مسلمانوں کا معاشرہ اور ان کی مملکت دستوری زبان سے خاتم النبیین ﷺ کی رسالت کی تصدیق کا اعلان کرے، آپ ؐ کو ملک وقوم کے لیے شارع مان لے، آپ ؐ کی سنت کو اپنے قوانین کا ماخذ بنائے، تنازعات میں حضور ﷺ کی سنت وحدیث کو فیصلہ کن نظیر اور حکم کا درجہ دے۔ جب تک مسلمانوں کا معاشرہ اور مسلمانوں کی مملکت حضور اکرم ﷺ کو اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کے ساتھ اللہ کا رسول نہیں مان لیتی اور اپنے اقرار اور تصدیق کا اعلان نہیں کر دیتی، اس وقت تک وہ صحیح معنوں میں مسلم مملکت نہیں بن سکتی۔ شخصی طور پر ایمان بالرسالت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اگر دستوری زبان میں ملک اور معاشرے نے نبی کریم ﷺ کو اپنے لیے قائد اور رہنما تسلیم نہیں کیا ہے اور آپ ؐ کی رسالت کا اقرار واعلان نہیں کیا ہے، آپ ؐ کی سنت کو ماخذِ قانون تسلیم نہیں کیا ہے اور اپنے تنازعات میں آپ ؐ کو حکم نہیں مانا ہے تو اس ملک اور معاشرے کے مسلمان شہری اُٹھ کھڑے ہوں اور اپنی تمام تر قوتوں اور صلاحیتوں کو ایمان بالرسالت کے اجتماعی تقاضوں کو منوانے کے لیے صرف کر دیں اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک کہ ان کی مملکت دستوری زبان میں کلمہ پڑھ کر مومن ومسلم مملکت نہ بن جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر ان کا شخصی ایمان ہمیشہ خطرے میں رہے گا اور اس ایمان کے جو بہترین نتائج نکل سکتے ہیں وہ ملک اور معاشرے کے اجتماعی نفاق میں بار آور نہیں ہوں گے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے، ملک اور معاشرہ کے اجتماعی نفاق پر قانع اور مطمئن بیٹھے رہتے ہیں تو ان کا ایمان بالرسالت ضعیف وکمزور ہوگا۔

محمود فاروقی

سورۃ الانفال

(آیات:35تا37)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝۳۶ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ
الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۳۷﴾

’’اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔ تو تم جو کفر کرتے تھے اب اس کے بدلے عذاب (کا مزہ) چکھو۔ جو لوگ کافر ہیں اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکیں۔ سو ابھی اور خرچ کریں گے مگر آخر وہ (خرچ کرنا) ان کے لئے (موجب) افسوس ہوگا، اور وہ مغلوب ہو جائیں گے۔ اور کافر لوگ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔ تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے۔ اور ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک ڈھیر بنا دے، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دے۔ یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔‘‘

مشرکین کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ اُنہوں نے اپنی نماز کا حلیہ بگاڑ لیا ہے۔ ان کی نماز تو بس یہ ہے کہ بیت اللہ کے پاس سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے ہیں اور اُن کا سب سے اونچا طواف وہ تھا جو وہ برہنہ کرتے تھے۔ آج بھی افریقہ کے بعض علاقوں میں محفل میلاد منعقد ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ڈھول ڈھمکا بھی ہوتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ابھی تک برصغیر میں اس حد تک خرافات نہیں ہیں۔ پس اب اپنے کفر کی پاداش میں عذاب کا مزا چکھو (جنگ بدر میں شکست کی صورت میں) جنگ بدر کے لیے جو لشکر مکہ سے آیا تھا، اُس میں ہزار آدمی تھے۔ اُن کے پاس سامان حرب بھی تھا۔ ظاہر ہے، اس لشکر کی تیاری کے لیے اہل مکہ نے بہت مال خرچ کیا تھا۔ ہر روز اونٹ ذبح ہو رہے تھے۔ اُن کا یہ سارا انفاق فی سبیل الشیطان تھا۔ اسی ضمن میں فرمایا، بے شک کفار اپنے مال خرچ کر رہے تھے، تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روک دیں۔ اور اس راہ میں ابھی انہیں اور بھی خرچ کرنا ہوگا، انہیں ابھی اور بڑے بڑے لشکر تیار کرنے پڑیں گے۔ پھر یہ سب کچھ اُن کے لیے ایک حسرت بن جائے گا۔ وہ دیکھ لیں گے کہ مال بھی لگایا اور جانیں بھی گنوا دیں، مگر محمد (ﷺ) کا بال بھی بیکا نہ کر سکے اور اللہ کا دین غالب ہو گیا۔ بالآخر وہ مغلوب ہو کر رہیں گے۔ اُن میں سے جو ایمان لے آئیں گے، اللہ تعالیٰ اُن کو معاف فرما دے گا اور جو کفر پر اڑے رہیں گے وہ جہنم کی طرف گھیر کر لے جائے جائیں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ پاک کو ناپاک سے علیحدہ کر دے اور ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک ڈھیر بنا دے، پھر ان سب کو جہنم میں جھونک دے۔ یعنی پہلے طیب اور خبیث الگ الگ کیے جائیں گے پھر خبیث کو ایک دوسرے مقام کر اکٹھا کر کے ایک ہی مرتبہ جہنم میں دھکا دے دیا جائے گا۔ یقیناً یہی لوگ سخت خسارہ پانے والے ہیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

جنت کی ضمانت

عَنْ عُبَادَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَضْمِنُوْا لِيْ سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ اَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُّمْ وَأَدُّوْا اِذَا ائْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ)) (رواہ ابن حبان والحاکم)

حضرت عبادہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (1) جب بات کرو تو سچ بولو (2) جب وعدہ کرو تو پورا کرو (3) جب تمہیں امین بنایا جائے تو اس (امانت) کا حق ادا کرو (4) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو (5) اپنی نظریں نیچی رکھا کرو (6) اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔‘‘

تشریح: یہ سب ایمان کی خوبیاں ہیں جو بندۂ مومن میں پیدا ہونی چاہئیں اور انہی صفات کو قرآن مجید عملِ صالح قرار دیتا ہے جو اللہ کے ہاں ایمان کے ساتھ مل کر نجات کا ذریعہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — 15 تا 21 ربیع الاول 1431ھ — 2 تا 8 مارچ 2010ء — شمارہ 10

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

ایک محبت جو دل میں رچی بسی ہو، ایک نظریہ جو دماغ میں راسخ ہو چکا ہو، ظاہری طور پر اُسے بذریعہ قلم سپردِ قرطاس کرنا کتنا آسان ہونا چاہئے۔ لیکن پھر کیوں مشکل ہو جاتا ہے محبوب ربانیؐ کی شان بیان کرنا۔ شاید اس لئے کہ سمندروں ڈونگے (سمندر سے گہرے) دل میں اُٹھنے والے طوفان پر قابو رکھنا ممکن نہیں رہتا اور شاید اس لئے کہ دماغ میں یوں بجلیاں کوندنے لگتی ہیں کہ قلم کار ربط اور ترتیب اختیار کرنے میں دشواری محسوس کرنے لگتا ہے۔ کیا لکھوں کیا چھوڑوں، کسے نقطہ آغاز بناؤں، کسے اختتام کہوں۔ عدل کے گن گاؤں یا حکمت کی مدح سرائی کروں۔ شجاعت کی داد دوں کہ بندگی کی معراج جان سکوں...... حقیقت یہ ہے کہ وہ شجر ابھی زمین کی کوکھ سے جنم ہی نہیں لے سکا جس کے شاخ سے وہ قلم تراشا جا سکے جو سیرتِ مطہرہ کی صفات و کمالات تحریر کرنے کا حق ادا کر سکے۔ ایک شاعر شکوہ کے انداز میں خالقِ کائنات کے حضور عرض گزار ہے کہ ایسی بے مثل ہستی اگر ہماری رہنمائی کے لئے اس دنیا کی قسمت میں تھی تو پھر ہمیں بھی ایسی زبان مل جاتی کہ رحمۃ للعالمین کی ثنا خوانی کا سلیقہ پا لیتے۔ قارئین، یقین جانیے ہم شاعری نہیں کر رہے، اپنی بے بسی کا اظہار کر رہے ہیں اور ہماری یہ بے بسی بالکل قابلِ فہم ہے جب اسد اللہ غالب جیسا زبان دان اور قادر الکلام شخص یوں گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

طائف میں سرداروں کے اشارے پر اوباش چھوکرے اتنی سنگ باری کرتے ہیں کہ خون آلود جوتیوں سے پاؤں الگ کرنے مشکل ہو جاتے ہیں، لیکن ایسے میں بھی فرشتے کی اس استدعا کو رد کر دینا کہ اس بستی کو پہاڑوں کے درمیان مسل کر تباہ کر دیا جائے، اس لئے کہ شاید یہاں دین کا کوئی خادم پیدا ہو جائے، کوڑا کرکٹ پھینکنے والی بڑھیا کی مزاج پُرسی کے لئے تشریف لے جانا کہ آج وہ اپنا عمل کیوں نہ دہرا سکی، فتح مکہ کے موقع پر عاجزی سے سر کو اتنا جھکا لینا کہ وہ اونٹ کے کجاوے کو چھونا چاہے، فاتح مکہ کی حیثیت سے پہلا کام یہ کرنا کہ اپنے خون کے پیاسوں اور جان کے دشمنوں کی عام معافی کا اعلان کر دینا آپ ہی کی بلند مرتبت ہستی کی شان ہے۔ آدم وحوا کی اولاد میں آپؐ واحد ہستی ہیں جن کے اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، کھانے پینے، سونے جاگنے، دیکھنے سننے، رہنے سہنے اور پہننے اُتارنے کا انداز تاریخ نے محفوظ کیا۔ درحقیقت یہ ہے وہ انسانیت، یہ ہے وہ بشریت جس کے سامنے فرشتوں کے پاس سجدہ کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ اگرچہ یہ سجدہ اللہ رب العزت کے حکم سے ہوا، یہ اُسی کے بس کی بات ہے کہ وہی العلیم، الحکیم اور العزیز ہے۔ اللہ رب العزت خود حضور ﷺ پر درود وسلام بھیجتا ہے اور حد تو یہ ہے کہ ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ کہہ کر رب کریم خود حضور ﷺ پر اُن کی شان واضح کرتا ہے۔ گویا سیرت النبیؐ کی کوئی ضخیم کتاب بھی آپؐ کی صفات و کمالات کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں ایک قطرہ پانی سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتی۔

یہاں تھوڑی دیر کے لئے رک کر انتہائی سنجیدگی سے غور فرمائیں کہ آپؐ کو یہ اعزاز، یہ احترام

یہ عزت کیوں حاصل تھی، اس لئے کہ آپؐ انبیاء اور رُسل کی اُس سنہری زنجیر کی آخری کڑی تھے جنہیں انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ اپنے نمائندے بنا کر دنیا میں بھیجتا رہا۔ آپؐ صرف آخری نبی اور رسول نہ تھے، بلکہ اللہ رب العزت نے آپ پر اپنے پسندیدہ دین اسلام کی تکمیل بھی کر دی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء ورُسل اسی دین کے تکمیلی مراحل کو کسی نہ کسی انداز میں آگے بڑھاتے رہے۔ اگرچہ انہیں شریعت یا لائحہ عمل مختلف دیئے گئے لیکن دین سب کا ایک تھا، مشن سب کا ایک تھا یعنی انسانوں پر انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ کے اُس دین کو بالفعل نافذ کیا جائے۔ حضور ﷺ سے پہلے یہ کام بہت سی وجوہات کی بناء پر انجام تک پہنچایا نہ جا سکا، حالانکہ مختلف قوموں کو انبیاء ورُسل نے لاجواب کر دینے والے معجزے دکھائے۔ آپؐ کا کمال یہ تھا اور یہ کمال لاجواب اور بے مثل تھا کہ آپ کے پاس نہ عصائے موسیٰؑ تھا کہ کسی دریا کے سینے کو چیر دیتے، یا وہ اژدھا بن کر وقت کے سانپوں کو نگل لیتا۔ نہ آپؐ پر اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر آسمان سے خوان اُترا، نہ آپؐ نے قریش کو قائل کرنے کے لئے مردے زندہ کر کے دکھائے، نہ آپؐ کے لئے آگ کو گلستان میں تبدیل کیا گیا، بلکہ جب آپؐ پر سنگ باری ہوئی تو جسم اطہر لہولہان ہوا، جنگ میں دندان مبارک شہید ہوئے، یہاں تک کہ جادو کا اثر بھی ہوا۔ لیکن آپؐ نے اللہ کے دین کی دعوت کا کام دن رات جاری رکھا اور خالصتاً انسانی سطح کی کوشش سے دینِ حق کو جزیرہ نمائے عرب میں غالب اور نافذ کرنے کا محیر العقل کارنامہ سرانجام دیا۔ یعنی جس دین کی دعوت دی، جس کی تبلیغ کی اُسے ایک حقیقت کا روپ دے کر دنیا کو دکھا بھی دیا۔ یہ ہے وہ سنت جسے دانتوں سے پکڑنے کی ضرورت ہے۔

یہاں آگے بڑھنے سے پہلے ایک بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کیا اللہ کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ اپنے محبوب کے پاؤں میں کانٹا بھی نہ چبھنے دیتا اور دینِ حق کُل عالم میں نافذ ہو جاتا۔ اس کے ''کُن'' کہنے سے پہاڑ زمین دوز ہو جائیں، سمندر خشک ہو جائیں، دریا رُک جائیں وہ اپنے محبوب کو ہیرے جواہرات سے مرقع ومرصع تخت پر بٹھا کر انسان کیا، چرند و پرند کو اُس کے حضور حاضر کروا دیتا۔ یہ سب کچھ آسانی سے ممکن تھا۔ انبیاء اور رُسل کی جماعت میں حضور ﷺ کو یہ منفرد اعزاز بھی حاصل تھا کہ آپؐ کی نبوت و رسالت صرف مقامی نہیں بلکہ آفاقی تھی اور آپؐ کو جو معجزہ قرآن پاک کی صورت میں عطا کیا گیا دوسرے انبیاءؑ کے معجزات کی طرح اُس پر زمانے کی قید نہیں تھی، یعنی وہ تا ابد قائم رہے گا اور اُس کے متن کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا گیا کہ اُس میں کمی بیشی یا کتر بیونت ممکن نہیں۔ اسی دعوت کی آفاقیت کا تقاضا تھا کہ آغاز میں جو ماڈل دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا، اُس میں بھی خالصتاً انسانی کوششوں کو دخل ہوتا، تاکہ باقی دنیا میں اسے نافذ کرنے کے حوالہ سے بعد میں آنے والے انسانوں کے پاس یہ عذر نہ رہے کہ آغاز میں تو اسے معجزاتی طور پر نافذ کیا گیا تھا، اب اسے کیسے نافذ کیا جائے۔ ہاں میدان بدر میں یقیناً فرشتے اترے تھے، اور تاریخ میں اللہ کے سپاہیوں کی غیبی مدد کی گواہی بھی ملتی ہے، لیکن یہ سہولت تو آج بھی موجود ہے۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے اور کرنے کا کام یہ ہے کہ فضائے بدر پیدا کی جائے۔ فرشتے آج بھی قطار اندر قطار اُتریں گے، یہ محض شاعری نہیں ہے، نہ کوئی سنی سنائی کہانی ہے بلکہ ہماری آنکھوں دیکھی حقیقت ہے۔ کیا ہمارے پڑوس افغانستان میں طالبان نے بے سروسامانی کے عالم میں دنیا کی متحدہ عالمی قوت نیٹو کو ناکوں چنے نہیں چبوا دیئے۔ طالبان کی فوجی قوت، اسلحہ اور مالی وسائل امریکہ اور اُس کے حواریوں کی نسبت نہ ہونے کے برابر ہیں، لیکن طالبان اپنی ایمانی قوت کے بل بوتے اور اللہ کی مدد سے امریکہ کو شکست دے چکے ہیں۔ امریکہ اور اُس کے حواری اب افغانستان سے بھاگ نکلنے کے طریقے ڈھونڈ رہے ہیں۔ جبکہ پاکستان کا معاملہ بالکل برعکس ہے۔ ہمارے پاس منظم فوج ہے۔ ہم دنیا کی ساتویں ایٹمی قوت ہیں لیکن ایمان کی دولت سے محروم ہونے کی وجہ سے تھر تھر کانپ رہے ہیں اور ہم پر بھوک اور خوف مسلط ہو چکا ہے۔ افغانستان میں جو رول کرزئی ادا کر رہا ہے وہی ہمارے حکمران اور پاکستان کی تمام مقتدر قوتیں کر رہی ہیں۔ اگر مسلمانانِ پاکستان خود کو امریکہ کی غلامی سے آزاد کروانا چاہتے ہیں تو اُنہیں صحیح معنوں میں مسلمان بننا ہوگا۔ وہ حضور ﷺ کی عقیدت میں نعت کا نذرانہ ضرور پیش کریں لیکن حضور ﷺ نے جس مشن کے لئے طائف کی گلیوں میں اور بدر کے میدان جنگ میں اپنا مبارک خون بہایا اُس مشن کی تکمیل کے لئے میدان عمل میں نکلیں اور پاکستان کو ایسا نظام دیں جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا عملی نمونہ ہو۔ اس صورت میں تو ہم عاشقِ رسولؐ ہیں، وگرنہ 12 ربیع الاوّل کو جلوس نکال لینا اور یا رسول اللہؐ کے محض نعرے مارنے سے ہم انجام بد سے نہیں بچ سکیں گے۔ کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم حضور ﷺ کی درخشندہ تعلیمات پر صدق دل سے عمل کریں۔ اللہ رب العزت ہمیں حضور ﷺ کی ہر ہر سنت پر عمل کی توفیق دے۔ یہی نجات کا راستہ ہے۔ یہی کامیابی کی کلید ہے۔ OO

بقیہ: حقیقی عزت والے ﷺ

جب تک نبی کریم ﷺ تم کو داخل ہونے کی اجازت نہ دیں، نیز آپؓ نے نبی اکرم ﷺ سے یہ بھی فرمایا کہ آپؐ کے کہنے پر میں اپنے باپ کا سر لانے کے لیے تیار ہوں، حالانکہ قبیلہ خزرج والے جانتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ اپنے والد کا اطاعت گزار کوئی نہیں۔

ان دونوں واقعات میں آپ نے دیکھا کہ حقیقی عزت اللہ کے رسول ﷺ کے لیے ہے جو بقول مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی انہیں بربنائے رسالت ملی، اور جو لوگ ان کے خلاف قدم اُٹھاتے رہے، ذلت ان کا مقدر بن گئی۔

ہم بھی اگر حقیقی عزت کے خواہاں ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ سے مضبوط تعلق استوار کریں۔ یہی ایک عزت کا راستہ ہے، باقی عزت کے سب راستے غیر حقیقی اور مصنوعی ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (المنافقون:8) ''عزت تو اللہ کی ہے اور اس کے رسولؐ کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔''

احادیث مبارکہ میں دنیا کے خاتمے سے قبل

جنگوں کی پیشین گوئیاں

قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہٗ کے 8 جنوری 2010ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! میں یہ چاہتا ہوں کہ آج کل عالمی سطح پر جو عمومی حالات ہیں ان کا ایک خاکہ پیش کروں تاکہ آپ میں سے ہر شخص یہ جان لے کہ آج ہم کہاں کھڑے ہیں اور قافلۂ انسانی کدھر جا رہا ہے، کیا حالات و واقعات پیش آنے والے ہیں اور ان تمام حالات و واقعات کا رخ کس جانب ہے۔

ایک بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ مغربی دنیا میں آج یہ بات عام ہو چکی ہے کہ نوعِ انسانی اپنے آخری دور میں جی رہی ہے۔ ایسی کئی کتابیں چھپ چکی ہیں جن میں یہ بات کہی جا رہی ہے۔ جیسے فوکویاما کی بہت مشہور کتاب "End of History" ہے۔ اس کتاب کا تعلق اس وقت کے دنیا کے حالات سے ہے۔ پھر 1974ء میں کتاب End of Philosophy آئی، جس کا مرکزی خیال یہ ہے کہ فلسفہ ختم ہو گیا۔ 1988ء میں کتاب "End of Ideology" آئی یعنی نظریات کا دور ختم ہوا۔ 1990ء میں کتاب "End of Nature" آئی۔ 1991ء میں کتاب End of Modernity سامنے آئی، جس کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ آج کل لوگوں کے ذہنوں پہ جس جدیدیت کا تصور سوار ہے، وہ اب ختم ہو رہی ہے۔ 1994ء میں کتاب "End of Physics" آئی۔ اسی طرح 1995ء میں End of Education، 1996ء میں End of Science, End of Religion, End of the World اور End of Economics اور 1997ء میں End of Influences اور End of continuity of life نامی کتابیں آئیں۔ اسی دور میں ہمارے ایک ساتھی عابد اللہ جان نے End of Democracy کے نام سے کتاب لکھی۔ آج کے موضوع سے متعلق اُن کی کتاب "Afghanistan, the Genesis of last Crusade" ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ جنگ افغانستان درحقیقت آخری صلیبی جنگ کا نقطۂ آغاز ہے۔ یہ کتابیں تو مغربی دنیا کے حوالے سے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں بھی دنیا کے مختلف ادوار شمار ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق بھی یہ آخری دور ہے، جس سے نوعِ انسانی گزر رہی ہے۔ ہمارے ہاں بھی احادیث مبارکہ میں آخری چار ابواب آتے ہیں جو انہی حالات کے بارے میں ہیں۔ یہ ابواب ہیں: کتاب الفتن، کتاب الملاحم، کتاب اشراط الساعہ اور کتاب علاماتِ القیامۃ۔ ہمارے ہاں لوگوں کو عام طور پر پیشین گوئیوں کے حوالے سے الرجی سی ہے۔ خاص طور پر حدیث کے حوالے سے سرسید احمد خان مرحوم سے جو ایک سلسلہ شروع ہوا تھا، اب وہ انکارِ حدیث کی صورت میں بہت بڑا فتنہ بن چکا ہے۔ اس فتنے کے اثرات وسیع حلقے میں پھیلے ہیں۔ اس فتنے سے متاثر ہونے والوں میں ایک تو وہ لوگ ہیں جو منکر حدیث ہو گئے۔ وہ صرف قرآن کو شریعت کا ماخذ سمجھتے ہیں، سنت کو حجت تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ اس رائے تک پہنچ چکے ہیں، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ اس لئے کہ شریعت کی دو بنیادی اساسات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی نفی اسلام کی نفی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو جدید تعلیم یافتہ طبقے میں شمار ہوتے ہیں۔ ان لوگوں میں حدیث رسول ﷺ کی طرف سے بے اعتنائی کا انداز ہے۔ پیشین گوئیوں سے یہ بے توجہی برتتے ہیں۔ حالانکہ یہ بہت بڑی محرومی ہے۔ پیشین گوئی تو مذہب کی جڑ اور بنیاد ہے۔ آخر یہ بھی تو پیشین گوئی ہے کہ قیامت واقع ہوگی۔ اس کے یہ حالات و واقعات ہوں گے۔ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے۔ تم دیکھتے ہو کہ وہ جامد ہیں، اس دن وہ ایسے چلیں گے جیسے بادل چلتے ہیں۔ انسان پتنگوں کی مانند ہو جائیں گے۔ بہت بڑا زلزلہ آئے گا۔ زمین کانپے گی۔ تم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔ حساب کتاب اور اس کے بعد جنت و دوزخ کے فیصلے ہوں گے۔ یہ سب پیشین گوئیاں ہی تو ہیں، ہماری نگاہوں کے سامنے کے معاملات تو نہیں ہیں۔

قرآن مجید میں پیشین گوئی کی ایک مثال موجود ہے۔ سورۃ الروم میں ایک عظیم پیشین گوئی کی گئی: ''رومی مغلوب ہو گئے قریب کی سرزمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے''۔ یہاں قریب کی سرزمین سے مراد شام اور عراق ہیں جو جزیرہ نمائے عرب سے ملحق ہیں۔ وہاں 614ء میں ہرقل اعظم نے ایرانیوں سے شکست کھائی۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ حضور ﷺ پر وحی کے نزول کو چار سال ہوئے تھے۔ عام طور پر سمجھا جاتا تھا کہ رومی تو عیسائی ہیں۔ ان کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے۔ گویا وہ اہل ایمان سے قریب تر ہیں۔ ایرانی چونکہ آتش پرست تھے، لہٰذا وہ مشرکین سے قریب تر تھے۔ مکہ کے قریشی سرداروں نے رومیوں کی شکست پر بغلیں بجائیں کہ مسلمانو! دیکھو تمہارے ساتھی مار کھا گئے اور ہمارے ہم خیال لوگوں کو فتح ہو گئی۔ قرآن کریم نے پیشین گوئی کی کہ اگرچہ رومی مغلوب ہو گئے ہیں لیکن وہ عنقریب دوبارہ غالب آئیں گے۔ قرآن حکیم کی اس پیشین گوئی کے عین مطابق 622ء میں ایرانیوں کو دوبارہ شکست ہوئی اور ہرقل اعظم نے بہت بڑی فتح حاصل کی۔ اس پیشین گوئی میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ اس دن اہل ایمان کو بھی بہت خوشی ہوگی۔ ایسا ہی ہوا، کیونکہ اسی دن غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

کتاب الملاحم سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب بڑی بڑی جنگیں ہوں گی۔ ان جنگوں کے دو ادوار ہوں گے۔ پہلے دور میں مسلمانوں کو زبردست ہزیمت ہوگی۔ پورا مشرق وسطیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں

سے نکل جائے گا۔لیکن کچھ عرصے کے بعد پانسا پلٹے گا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہونی شروع ہو جائے گی اور ان کا غلبہ ہو جائے گا۔

خیر و شر کے مابین جنگ مسلسل جاری ہے۔کبھی موسیٰؑ اور فرعون، کبھی ابراہیمؑ اور نمرود کی کشمکش کی صورت میں۔شیطانی قوتیں ابلیس کی قیادت میں منظم اور بہت طاقتور ہیں۔ان کے پاس جدید ٹیکنالوجی اور اسلحہ ہے۔یہی اُن کی اصل طاقت ہے۔دوسری طرف اہل ایمان کے لئے سب سے بڑی طاقت اللہ پر یقین ہے۔اور ایمان ہی سے ثابت قدمی پیدا ہوتی ہے۔

احادیث مبارکہ میں آخری دور کے جو واقعات آئے ہیں ان میں ترتیب قائم کرنا بہت مشکل ہے کہ کب کیا ہوگا۔ان واقعات پر تو ہمارا یقین ہے کہ ایسا ہوگا کہ اِن کی خبر حضور ﷺ الصادق والمصدوق نے دی ہے۔آپ کی سچائی پر تو اللہ گواہ ہے۔لیکن یہ کہ کون سا واقعہ پہلے ہوگا اور کون سا اس کے بعد ہوگا، یہ احادیث کی کتابوں سے معلوم نہیں ہوتا۔اس ضمن میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فرزند شاہ رفیع الدینؒ نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ”علامات قیامت“ ہے۔اس میں جنگوں کا سلسلہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلے یہ جنگ ہوگی، پھر یہ ہوگی وغیرہ۔ممکن ہے کہ انہیں کچھ معلومات کشف کے ذریعے حاصل ہوئی ہوں۔پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہم یقین کے ساتھ یہ ترتیب نہیں بتا سکتے۔مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ”بہشتی زیور“ ایک عوامی تصنیف ہے۔کسی زمانے میں کوئی گھر نہیں ہوتا تھا جس میں یہ کتاب موجود نہ ہو۔خواتین کی تعلیم کا بہترین نظام تھا۔وہ گھر میں بیٹھ کر پڑھیں اور پورے دین کی تعلیم حاصل کریں۔اس کتاب میں جنگوں کے بارے میں بیانات موجود ہیں جو مولانا شاہ رفیع الدینؒ کی کتاب سے لئے گئے ہیں۔

آخری دور کی جنگوں کے پہلے دور کے بارے میں فرمایا گیا کہ عربوں کے لئے بڑی ہلاکت ہے اس شر کی وجہ سے جو قریب آ چکا ہے۔ایک موقع پر ام المومنین حضرت ام سلمیٰ ؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ جب یہ ہو رہا ہوگا تو عرب کہاں ہوں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ عرب بہت کم رہ جائیں گے۔عربوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔معلوم ہوا کہ عربوں کے لئے جنگ کا پہلا دور بہت تباہ کن ہے۔حدیث رسولؐ کے مطابق امت میں سب سے بڑا فتنہ مال ہے اور یہ فتنہ مسلمانوں میں سب سے بڑھ کر عربوں میں ہے۔عربوں کی عیاشیاں اور ان کے لچھن ہر آدمی ملاحظہ کر سکتا ہے۔سعودی عرب جو عرب ممالک میں بنیاد پرست ملک شمار ہوتا تھا اب وہاں مخلوط تعلیم کے لئے یونیورسٹی قائم ہو رہی ہے۔ہم سمجھتے تھے کہ شاہ فہد کے بعد شاہ عبداللہ بہتر کام کریں گے مگر وہ تو اُن سے آگے نکل گئے۔امریکیوں کے سامنے اگر شاہ فہد رکوع کی حالت میں تھے تو شاہ عبداللہ تو سجدے میں گر گئے ہیں۔مخلوط تعلیم پر جب ایک عالم دین نے احتجاج کیا تو انہیں فوراً وہاں سے نکال دیا گیا۔اسی طرح پہلے یہ ہوتا تھا کہ عوامی مارکیٹوں میں بے پردہ خواتین کو روکا جاتا تھا، لیکن اب متوعوں کو اجازت نہیں ہے کہ وہ روک لیں۔اسی طرح وہاں اب کوئی پوچھنے والا نہیں کہ لوگ نماز پڑھنے کیوں نہیں گئے۔بہت برا حال ہے۔ایک مشہور حدیث مبارکہ جو حدیث جبریل کے نام سے موسوم ہے، اس میں آپؐ نے قرب قیامت کی دو علامات بتائیں۔پہلی علامت یہ ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی۔اس کا کیا مطلب ہے؟ بیٹیاں اتنی سرکش ہو جائیں گی گویا کہ وہ ماؤں پر حاکم ہوں۔پھر فرمایا کہ تم دیکھو گے کہ وہ لوگ جو بھوکے ننگے تھے وہ اونچی سے اونچی عمارتیں بنانے میں مقابلہ کریں گے۔آج آپ دیکھ لیں، دوبئی میں سیون اسٹار ہوٹلز موجود ہیں۔حال ہی میں دنیا کی سب سے اونچی عمارت برج دوبئی کا افتتاح ہوا ہے۔اب سعودی عرب میں جو عمارت بنائی جا رہی ہے، وہ اس سے بھی اونچی ہوگی۔یہ ساری صورتحال آپ کو عربوں میں نظر آئے گی۔

ملحمہ جنگ کو کہتے ہیں۔ایک تو جنگ (War) ہوتی ہے اور ایک لڑائی (Battle) جیسے پہلی جنگ عظیم جو کئی سال چلی ہے، اس میں مستقل کئی لڑائیاں ہوئی ہیں جنہیں ہم Battles کہتے ہیں۔آخری زمانے میں جو جنگیں (یعنی ملاحم) ہونی ہیں ان میں ہونے والی لڑائیاں (Battles) بہت اہم ہوں گی۔حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ایک روایت میں حضور ﷺ نے پہلے دور کی ایک جنگ کو ”الملحمۃ العظمیٰ“ قرار دیا یعنی سب سے بڑی جنگ۔اس حدیث میں آپؐ نے مزید فرمایا کہ (مسلمانو!) عیسائی 80 علم لے کر تم پر حملہ آور ہوں گے اور ہر علم کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی۔

اس جنگ کی خبر بائبل میں بھی ہے۔عہد نامہ جدید کا آخری باب Revelation of St. John ہے۔اُس میں یوحنا کی پیشین گوئیاں ہیں۔اس باب میں ایک بڑی جنگ کا تذکرہ ہے، جس کا نام آرمیگاڈان ہے۔اگر آپ ڈکشنری میں آرمیگاڈان کے بارے میں معلوم کریں گے تو اس کے بارے میں یہ الفاظ ملیں گے:

"A big war which will be fought between the forces of evil and good before the end of this world."

حضرت عوف بن مالک اشجعی فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپؐ نے فرمایا: ”اے عوف، یاد رکھو قیامت سے قبل چھ باتیں ہوں گی۔ایک میرا اس دنیا سے جانا۔(فرماتے ہیں یہ سن کر مجھے رنج ہوا۔) اس کے بعد (دوسری نشانی) بیت المقدس کا (مسلمانوں کے ہاتھوں) فتح ہونا۔سوم، ایک بیماری تم پر ظاہر ہوگی جس کی وجہ سے تمہیں اور تمہاری اولادوں کو اللہ تعالیٰ شہادت سے سرفراز فرمائیں گے اور تمہارے اعمال کو پاک صاف کریں گے۔چہارم، تمہارے پاس مال و دولت خوب ہوگا، حتیٰ کہ مرد کو سو اشرفیاں دی جائیں گی پھر بھی وہ ناراض ہوگا۔پنجم، تمہارے درمیان ایک فتنہ ہوگا جو ہر مسلمان کے گھر میں داخل ہوگا۔ششم، تم میں اور رومیوں میں صلح ہوگی، پھر رومی تم سے دغا کریں گے اور اَسّی جھنڈوں تلے اپنی فوج لے کر تمہاری طرف آئیں گے۔ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوجی ہوں گے۔“

اس حدیث میں رسول خدا ﷺ نے قیامت قائم ہونے سے پہلے چھ باتوں کے پیش آنے کا تذکرہ فرمایا۔پہلی بات آپؐ کی رحلت، دوسری بیت المقدس کی فتح، تیسری ایک خاص بیماری ہے۔اس کے بعد آپؐ نے دولت اور مالداری کے فتنے کا ذکر فرمایا کہ دولت کی اتنی بہتات ہو جائے گی کہ اگر کسی سائل کو سو دینار بھی دیئے جائیں تو وہ ناراضی کا اظہار کرے گا۔یہ نقشہ آج آپ عرب ممالک میں جا کر دیکھ سکتے ہیں، جہاں دولت پانی کی طرح بہتی ہے۔مزید فرمایا کہ پھر ایک ایسا فتنہ آئے گا کہ کوئی گھر نہیں بچے گا جس میں وہ داخل نہ ہو۔آج یہ فتنہ ٹی وی اور مغربی تہذیب کے ذریعے آ چکا ہے۔تھوڑا سا پردہ ہوتا ہے جو خواتین گھر سے باہر نکلتے وقت عبا کی شکل میں لے لیتی ہیں، اب وہ بھی ختم ہو جا رہا ہے۔اب تو امریکی اسٹائل کے نئے شہر آباد کئے جا رہے ہیں۔پھر ایک صلح کا دور آئے گا۔یہ وہ دور ہے جو آج گزر رہا ہے۔آج امریکہ اور عالم عرب میں صلح ہے۔خلیج کی تمام امارات امریکہ کے سہارے کھڑی ہیں۔اس پورے علاقے کو کنٹرول کرنے کے لئے امریکہ کے بڑے بڑے اڈے وہاں موجود ہیں۔حال ہی میں میں نے

ایک کتاب "Confessions of Economic Hitman" پڑھی۔ جان پرکنس کی اس کتاب کو پڑھ کر میری آنکھیں کھل گئیں۔ امریکہ میں ایک خاص سازش تیار کی گئی ہے۔ شاہ فیصل کے زمانے میں جب تیل کا بحران پیدا ہوا تھا تو امریکہ نے تیسری دنیا پر قابو پانے کا یہ طریقہ ایجاد کیا کہ کچھ لوگوں کو خصوصی ٹریننگ دے کر ان ملکوں میں بھیجا گیا، تاکہ وہ ان کو سبز باغ دکھائیں۔ یہ کیا تم چھوٹے چھوٹے ایئرپورٹس لئے بیٹھے ہو، بڑے ایئرپورٹس بناؤ، تاکہ ساری دنیا کے ہوائی جہاز آئیں اور تمہاری آمدنی کا ذریعہ بنیں۔ سڑکوں کی جگہ موٹر ویز بناؤ۔ پیسے کی ضرورت ہے تو ہم تم کو قرض دینے کے لئے تیار ہیں۔ یہ سبز باغ دکھا کر انہیں آئی ایم ایف کے جھنڈے تلے لے آئے اور قرض کے شکنجے میں کس کر اب انہیں احکام دیتے ہیں کہ تیل کی قیمت اور بڑھاؤ۔ بجلی کی قیمت میں اضافہ کرو۔ اب چونکہ یہ ممالک عملاً ان کے قبضے میں آچکے ہیں، لہٰذا ان کا حکم ماننے پر مجبور ہیں۔ یہ تربیت یافتہ "Economic Hitman" ہیں جنہوں نے ان قوموں کو ہٹ کرنا ہے۔ انہیں بڑی بڑی تنخواہیں دے کر اسپیشلسٹ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے مجھ پر اس معاہدہ کا انکشاف ہوا ہے جو سعودی عرب اور امریکہ کے درمیان ہوا ہے۔ معاہدے کے مطابق سعودی عرب کبھی بھی اپنے تیل کی قیمت امریکہ کی اجازت کے بغیر نہیں بڑھائے گا، چاہے دوسرے بڑھا بھی دیں۔ امریکہ اس سے جو تیل خریدے گا اس کے پیسے بھی امریکہ ہی میں جمع ہوں گے۔ ان پیسوں پر جو سود آئے گا وہ بھی وہیں جمع ہوگا، مطلب یہ ہے کہ امریکہ کو اگر کسی وقت سعودی عرب کی فوجی امداد کرنی پڑے تو اخراجات اسی فنڈ سے لئے جائیں۔ اس لئے کہ بادشاہت کو بچانا کوئی آسان کام تو نہیں۔ ایران سے اس کو سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ سعودی عرب میں جو ترقیاتی پروجیکٹس بنیں گے ان کا نقشہ امریکہ میں بنے گا، اس کے لئے آرکیٹکٹس، مینیجرز اور ساز و سامان وہیں سے آئے گا۔ تمام اخراجات اسی فنڈ سے لئے جائیں گے۔ یہ ساری صورتحال بادشاہت کو بچانے کی یقین دہانی کے بارے میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر ایک وقت آئے گا جب رومی اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کریں گے، اور تم پر 80 علم لے کر حملہ آور ہوں گے اور ہر علم کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی۔ اگر بغور دیکھا جائے تو آج اسی جنگ کی تیاری ہو رہی ہے۔ (جاری ہے)

پریس ریلیز

اگر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے وفاداروں کو پکڑ کر اسی طرح امریکا کے حوالے کرتے رہے تو پاکستان کو لاحق خطرات سے نہ بچا سکیں گے

ارکان اسمبلی لاعلمی کی بنیاد پر دوسری شادی سے متعلق بے سروپا بیانات دینے کی بجائے ملک میں رائج خلاف اسلام عائلی قوانین کو منسوخ کرانے پر توجہ دیں

حافظ عاکف سعید

1 نائن الیون کے بعد پاکستانی قوم پڑوسی اسلامی حکومت کے خاتمے میں صلیبی قوتوں کی مدد کر کے ایک بڑے امتحان میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے اور ہم نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ ہم اللہ اور اس کے دین کے وفادار نہیں، بلکہ دین اسلام کے دشمنوں اور اللہ کے غداروں کے وفادار ہیں۔ اب شیطانی قوتوں کی جانب سے اس اسلامی حکومت کو چلانے والوں کو ایک ایک کر کے پکڑنے کا ٹاسک ہماری فوج کو دیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے محسوس ہوتا ہے کہ ہم نے حالات و واقعات سے کوئی سبق نہیں سیکھا اور ابلیسی قوتوں کے ساتھ وفاداری اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ غداری کی پالیسی ہی کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایمان و یقین کے اس دوسرے امتحان میں بھی اگر ہم ناکام ہو گئے تو ہمیں اللہ کے غضب اور اُس انجام بد سے کوئی نہ بچا سکے گا، جس کا خواب ہمارے دشمن پاکستان کے ٹکڑے ہونے کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کیا۔ انہوں نے کہا کہ قوم ان بڑے مسائل کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے معاملات میں الجھ کر رہ گئی ہیں، جن میں دشمن نے کمال عیاری سے ہمیں الجھایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ مقام شکر ہے کہ حکومت اور عدلیہ کا معاملہ حل ہو گیا ہے لیکن دیگر معاملات کی طرح حکومت نے خرابیٔ بسیار کے بعد اپنی غلطی کی اصلاح کی۔ ان اندرونی مسائل کی طرف توجہ کے سبب اف پاک پالیسی، بلیک واٹر اور بلوچستان جیسے معاملات کی سنگینی کا ہمیں احساس ہی نہیں۔ حکمران اور امریکا بالا ہی بالا قومی معاملات میں ایسے فیصلے کر رہے ہیں جو ہمیں ''قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند'' کے مصداق تباہی و ہلاکت کی طرف لے جا رہے ہیں لیکن پوری قوم غفلت میں مدہوش ہے۔ اگر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے وفاداروں کو پکڑ کر اسی طرح امریکا کے حوالے کرتے رہے جیسا کہ حال ہی میں طالبان حکومت کے چند ذمہ داروں کی گرفتاری عمل میں آئی ہے تو پاکستان کے وجود کو لاحق خطرات سے نہ بچا سکیں گے۔ انہوں نے سورۃ الحدید کی چند آیات کے حوالہ سے کہا کہ حق و باطل کا معرکہ دراصل اہل ایمان کے امتحان کے لیے رکھا گیا ہے کہ ان کی اصل وفاداری کس کے ساتھ ہے۔ ورنہ اللہ کمزور نہیں کہ اپنے دین کے دشمنوں کو سزا نہ دے سکے۔ افسوس کہ ایک بار پھر ہم اللہ اور رسول ﷺ سے وفاداری کی بجائے اس کے دشمنوں کی اطاعت کر کے اپنے امتحان میں ناکام ہونے کے لیے پوری طرح تیار بیٹھے ہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ قوم توبہ کر لے اور اپنا قبلہ درست کر کے خود کو اس تباہی و بربادی سے بچالے جو اللہ کی ناراضی کی صورت میں سزا کے طور پر قوموں پر مسلط کی جاتی ہے۔ پریس ریلیز: 19 فروری 2010ء

2 اسلام میں مرد کو بیک وقت ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت ہے تاہم یہ اجازت لامحدود اور غیر مشروط نہیں ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے تعدد ازدواج کے مسئلہ پر پنجاب اسمبلی میں چھڑی ہوئی بحث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ دور جاہلیت میں اُس وقت کے معاشرے نے مرد کو ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی کھلی اجازت دی ہوئی تھی اور تعداد کی کوئی حد معین نہیں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک کلام میں مرد کو پابند کیا کہ وہ بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں نہیں رکھ سکتا۔ علاوہ ازیں ان کے مابین عدل کی سختی سے تاکید کی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم اپنی بیویوں کے معاملے میں عدل پر قائم نہ رہ سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔ انہوں نے دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینے کی شرط کو صریحاً خلاف شریعت قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بجائے اس کے کہ اسمبلی کے ارکان دین سے لاعلمی کی بنیاد پر بے سروپا بیان دیں، بہتر ہوگا کہ وہ مستند علماء سے رہنمائی حاصل کریں اور اسلامی جمہوریہ پاکستان میں رائج خلاف اسلام عائلی قوانین کو فوری طور پر منسوخ کرنے کی طرف توجہ دیں، جو ایک ڈکٹیٹر نے 1962ء میں ڈنڈے کے زور پر نافذ کیے تھے اور آج تک ان کا تسلسل جاری ہے۔

پریس ریلیز: 22 فروری 2010ء (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

تاریخ ساز مدبّر

مولانا امین احسن اصلاحی

نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لیے جو دین بھیجا وہ جس طرح ہماری انفرادی زندگی کا دین ہے، اسی طرح ہماری اجتماعی زندگی کا بھی دین ہے۔ جس طرح وہ عبادت کے طریقے بتاتا ہے، اسی طرح وہ سیاست کے آئین بھی سکھاتا ہے۔ اور جتنا تعلق اس کا مسجد سے ہے، اتنا ہی تعلق اس کا حکومت سے بھی ہے۔ اس دین کو ہمارے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو بتایا اور سکھایا بھی، اور ایک وسیع ملک کے اندر اس کو عملاً جاری و نافذ بھی کر دیا۔ اس وجہ سے حضور اکرم ﷺ کی زندگی جس طرح بہ حیثیت ایک مزکیٔ نفوس اور ایک معلمِ اخلاق کے ہمارے لیے اُسوہ اور نمونہ ہے، اسی طرح بہ حیثیت ایک ماہرِ سیاست اور مدبّرِ کامل کے بھی اُسوہ اور مثال ہے۔

اس امرواقعی سے ہر شخص واقف ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب قوم سیاسی اعتبار سے ایک نہایت پست حال قوم تھی۔ مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون نے تو ان کو ان کے مزاج کے اعتبار سے بھی ایک بالکل غیر سیاسی قوم قرار دیا ہے۔ ممکن ہے بعض لوگوں کو اس رائے سے پورا پورا اتفاق نہ ہو، تاہم اس حقیقت سے تو کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ اہلِ عرب اِسلام سے پہلے اپنی پوری تاریخ میں کبھی وحدت اور مرکزیت سے آشنا نہیں ہوئے، بلکہ ہمیشہ ان پر نراج اور انارکی کا تسلط رہا۔ پوری قوم جنگجو اور باہم نبرد آزما قبائل کا مجموعہ تھی۔ جس کی ساری قوت اور صلاحیت خانہ جنگیوں اور آپس کی لوٹ مار میں برباد ہوتی تھی۔ اتحاد، تنظیم، شعورِ قومیت اور حکم واطاعت وغیرہ جیسی چیزیں، جن پر اجتماعی اور سیاسی زندگی کی بنیادیں قائم ہوتی ہیں، ان کے اندر یکسر مفقود تھیں۔ ایک خاص بدویانہ حالت پر صدیوں تک زندگی گزارتے گزارتے ان کا مزاج نراج پسندی کے لیے اتنا پختہ ہو چکا تھا کہ ان کے اندر وحدت و مرکزیت پیدا کرنا ایک امرِ محال بن چکا تھا۔ خود قرآن نے ان کو قوماً لُدًّا کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس کے معنی جھگڑالو قوم کے ہیں۔ اور ان کی وحدت و تنظیم کے بارے میں فرمایا ہے۔

﴿لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ﴾ (الانفال:63)

"اگر تم زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے جب بھی ان کے دلوں کو آپس میں جوڑ نہیں سکتے تھے۔"

لیکن نبی کریم ﷺ نے 23 سال کی قلیل مدت میں اپنی تعلیم و تبلیغ سے اس قوم کے مختلف عناصر کو اس طرح جوڑ دیا کہ یہ پوری قوم ایک بُنیانِ مرصُوص بن گئی۔ یہ صرف متحد اور منظم ہی نہیں ہوگئی بلکہ اس کے اندر سے صدیوں کے پرورش پائے ہوئے اسبابِ نزاع و اختلاف بھی ایک ایک کر کے دور ہوگئے۔ یہ صرف اپنے ظاہر ہی میں متحد و مربوط نہیں ہوگئی، بلکہ اپنے باطنی عقائد ونظریات میں بھی بالکل ہم آہنگ و ہم رنگ ہوگئی۔ یہ صرف خود ہی منظم نہیں ہوگئی، بلکہ اس نے پوری انسانیت کو بھی اتحاد و تنظیم کا پیغام دیا۔ اور اس کے اندر حکم و اطاعت دونوں چیزوں کی ایسی اعلیٰ صلاحیتیں اُبھر آئیں کہ صرف استعارے کی زبان میں نہیں، بلکہ واقعات کی زبان میں، یہ قوم شُتر بانی کے مقام سے جہاں بانی کے مقام پر پہنچ گئی۔ اور اس نے بلا استثنا دنیا کی ساری ہی قوموں کو سیاست، اور جہاں بانی کا درس دیا۔

اس تنظیم وتالیف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک بالکل اصولی اور انسانی تنظیم تھی۔ اس کے پیدا کرنے میں حضور ﷺ نے نہ تو قومی، نسلی، لسانی اور جغرافیائی تعصبات سے کوئی فائدہ اُٹھایا، نہ قومی حوصلوں کی انگیخت سے کوئی کام لیا، نہ دنیوی مفادات کا کوئی لالچ دلایا، نہ کسی دشمن کے ہوّے سے لوگوں کو ڈرایا۔ دنیا میں جتنے بھی چھوٹے بڑے مدبر اور سیاستداں گزرے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے سیاسی منصوبوں کی تکمیل میں انہی محرکات سے کام لیا ہے۔ اگر حضور ﷺ بھی ان چیزوں سے فائدہ اُٹھاتے تو یہ بات آپؐ کی قوم کے مزاج کے بالکل مطابق ہوتی۔ لیکن آپؐ نے نہ صرف یہ کہ ان چیزوں سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا، بلکہ ان میں سے ہر چیز کو فتنہ قرار دیا۔ اور ہر فتنے کی خود اپنے ہاتھوں سے بیخ کنی فرمائی۔ آپؐ نے اپنی قوم کو صرف خدا کی بندگی اور اطاعت، عالمگیر انسانی اخوت، ہمہ گیر عدل وانصاف، اعلائے کلمۃ اللہ اور خوفِ آخرت کے محرکات سے جگایا۔ یہ محرکات نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ تھے۔ اس وجہ سے آپؐ کی مساعی سے دنیا کی قوموں میں صرف ایک قوم کا اضافہ نہیں ہوا، بلکہ ایک بہترین اُمّت ظہور میں آئی، جس کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

(آلِ عمران:110)

"تم دنیا کی بہترین اُمت ہو جو لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے اُٹھائے گئے۔"

حضور ﷺ کی سیاست اور حضورؐ کے تدبر کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ جن اصولوں کے داعی بن کر اُٹھے، اگرچہ وہ فرد، معاشرہ، اور قوم کی ساری زندگی پر حاوی تھے، اور انفرادی و اجتماعی زندگی کا ہر گوشہ ان کے احاطے میں آتا تھا، لیکن آپؐ نے اپنے کسی اُصول کے معاملے میں کبھی کوئی لچک قبول نہیں فرمائی۔ نہ دشمن کے مقابل میں نہ دوست کے مقابل میں۔ آپؐ کو سخت سے سخت حالات سے سابقہ پیش آیا۔ ایسے سخت حالات سے کہ لوہا بھی ہوتا تو ان کے مقابل میں نرم پڑ جاتا۔ لیکن آپؐ کی پوری زندگی گواہ ہے کہ آپؐ نے کسی سختی سے دب کر کسی اُصول کے معاملے میں کوئی سمجھوتا گوارا نہیں کیا۔

اسی طرح آپؐ کے سامنے پیش کشیں بھی کی گئیں۔ اور آپؐ کو مختلف قسم کی دینی اور دنیوی مصلحتیں بھی سمجھانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن ان چیزوں میں سے کوئی چیز آپؐ کو متاثر یا مرعوب نہ کر سکی۔ چنانچہ آپؐ جب دنیا سے تشریف لے گئے تو اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپؐ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہر بات اپنی جگہ پر پتھر کی لکیر کی طرح ثابت وقائم تھی۔ دنیا کے

مدبروں اور سیاستدانوں میں سے کسی ایسے مدبر اور سیاستدان کا نشان آپ نہیں دے سکتے جو اپنے دو چار اصولوں کو بھی دنیا میں برپا کرنے میں اتنا مضبوط ثابت ہوسکا ہو کہ اس کی نسبت یہ دعویٰ کیا جاسکے کہ اس نے اپنے کسی اصول کے معاملے میں کمزوری نہیں دکھائی یا ٹھوکریں نہیں کھائیں۔ لیکن حضور ﷺ نے ایک پورا نظامِ زندگی کھڑا کردیا، جو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے زمانہ کے مذاق اور رُجحان سے اتنا بے جوڑ تھا کہ وقت کے مُدبّرین اور ماہرین سیاست اس انوکھے نظام کے پیش کرنے کے سبب سے حضور ﷺ کو نعوذ باللہ دیوانہ کہتے تھے۔

لیکن حضور ﷺ نے اس نظام زندگی کو عملاً دنیا میں برپا کرکے ثابت کردیا کہ جو لوگ آپؐ کو دیوانہ سمجھتے تھے، خود دیوانے تھے۔ صرف یہی نہیں کہ حضور ﷺ نے کسی ذاتی مفاد یا مصلحت کی خاطر اپنے کسی اصول میں کوئی ترمیم نہیں فرمائی، بلکہ اپنے پیش کردہ اصولوں کے لیے بھی اپنے اُصولوں کی قربانی نہیں دی۔ اصولوں کے لیے جان اور مال اور دوسری تمام محبوبات کی قربانی دی گئی۔ ہر طرح کے خطرات برداشت کیے گئے اور ہر طرح کے نقصانات گوارا کیے گئے لیکن اصول کی ہر حال میں حفاظت کی گئی۔ اگر کوئی بات صرف خاص مدت تک کے لیے تھی، تو اس کا معاملہ اور تھا۔ وہ اپنی مدت پوری کرچکنے کے بعد ختم ہوگئی یا اس کی جگہ اس سے بہتر کسی دوسری چیز نے لے لی۔ لیکن باقی رہنے والی چیزیں ہر حال میں اور ہر قیمت پر باقی رکھی گئیں۔ آپؐ کو اپنی زندگی میں یہ کہنے کی نوبت نہیں آئی کہ میں نے دعوت تو دی تھی فلاں اصول کی لیکن اب حکمتِ عملی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو چھوڑ کر اس کی جگہ پر فلاں بات بالکل اس کے خلاف اختیار کرلی جائے۔

حضور ﷺ کی سیاست اس اعتبار سے بھی دنیا کے لیے ایک نمونہ اور مثال ہے کہ آپؐ نے سیاست کو عبادت کی طرح ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رکھا۔ آپ جانتے ہیں کہ سیاست میں وہ بہت سی چیزیں مباح، بلکہ بعض صورتوں میں مستحسن سمجھی جاتی ہیں، جو شخصی زندگی کے کردار میں مکروہ اور حرام قرار دی جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی کسی ذاتی غرض کے لیے جھوٹ بولے، چالبازیاں کرے، عہد شکنیاں کرے، لوگوں کو فریب دے، یا ان کے حقوق غصب کرے، تو اگرچہ اس زمانے میں اقدار اور پیمانے بہت کچھ بدل چکے ہیں، تاہم اخلاق بھی ان چیزوں کو معیوب ٹھہراتا ہے، اور قانون بھی ان باتوں کو جرم قرار دیتا ہے۔ لیکن اگر ایک سیاستدان اور ایک مدبر یہی سارے کام کرے تو یہ اس کے فضائل اور کمالات میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کی زندگی میں بھی اس کے اس طرح کے کارناموں پر اس کی تعریفیں ہوتی ہیں۔ اور مرنے کے بعد بھی اپنے انہی کمالات کی بنا پر وہ اپنی قوم کا ہیرو سمجھا جاتا ہے۔

سیاست کے لیے یہی اوصاف و کمالات عرب جاہلیت میں بھی ضروری سمجھے جاتے تھے، اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جو لوگ ان باتوں میں شاطر ہوتے، وہی لوگ اُبھر کر قیادت کے مقامات پر آتے تھے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ نے اپنی سیاسی زندگی سے دنیا کو یہ درس دیا کہ ایمانداری اور سچائی جس طرح انفرادی زندگی کی بنیادی اخلاقیات میں سے ہے اسی طرح اجتماعی اور سیاسی زندگی کے لوازم میں سے بھی ہے۔ بلکہ آپؐ نے ایک عام شخص کے جھوٹ کے مقابلے میں ایک صاحبِ اقتدار اور بادشاہ کے جھوٹ کو جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، کہیں زیادہ سنگین قرار دیا ہے۔

> نبی کریم ﷺ نے ایک نئے طرز کی سیاسی زندگی کا نمونہ دنیا کے سامنے رکھا، جس میں دنیوی کروفر کی بجائے خلافت الٰہی کا جلال اور ظاہری ٹھاٹ باٹ کی جگہ خدمت اور محبت کا جمال تھا

آپؐ کی پوری سیاسی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ اس سیاسی زندگی میں وہ تمام مراحل آپؐ کو پیش آئے جن کے پیش آنے کی ایک سیاسی زندگی میں توقع کی جاسکتی ہے۔ آپؐ نے ایک طویل عرصہ نہایت مظلومیت کی حالت میں گزارا۔ اور کم و بیش اتنا ہی عرصہ آپؐ نے اقتدار اور سلطنت کا گزارا۔ اس دوران میں آپؐ کو حریفوں اور حلیفوں دونوں سے مختلف قسم کے سیاسی اور اقتصادی معاہدے کرنے پڑے۔ دشمنوں سے متعدد جنگیں کرنی پڑیں۔ عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف جوابی اقدامات کرنے پڑے۔ قبائل کے وفود سے معاملے کرنے پڑے۔ آس پاس کی حکومتوں کے وفود سے سیاسی گفتگوئیں کرنی پڑیں، اور سیاسی گفتگوؤں کے لیے اپنے وفود ان کے پاس بھیجنے پڑے۔ بعض بیرونی طاقتوں کے خلاف فوجی اقدامات کرنے پڑے۔

یہ سارے کام آپؐ نے انجام دیے۔ لیکن دوست اور دشمن ہر شخص کو اس بات کا اعتراف ہے کہ آپؐ نے کبھی کوئی جھوٹا وعدہ نہیں کیا۔ اپنی کسی بات کی غلط تاویل کرنے کی کوشش نہیں فرمائی۔ کوئی بات کہہ چکنے کے بعد اس سے انکار نہیں کیا۔ کسی معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی۔ حلیفوں کا نازک سے نازک حالات میں بھی ساتھ دیا اور دشمنوں کے ساتھ بدتر سے بدتر حالات میں بھی انصاف کیا۔ اگر آپ دنیا کے مُدبّرین اور اہلِ سیاست کو اس کسوٹی پر جانچیں تو میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کو بھی آپ اس کسوٹی پر کھرا نہ پائیں گے۔ پھر یہ بات ملحوظ رکھنے کی ہے کہ سیاست میں عبادت کی سی دیانت اور سچائی قائم رکھنے کے باوجود حضور ﷺ کو اپنی سیاست میں کبھی کسی ناکامی کا تجربہ نہیں کرنا پڑا۔ اب اس چیز کو چاہے تدبر سے تعبیر کیجیے یا حکمتِ نبوت سے۔

حضور ﷺ کی سیاست، حضور ﷺ کے تدبر کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ آپؐ نے عرب جیسے ملک کے ایک ایک گوشے میں امن و عدل کی حکومت قائم کردی۔ کفار و مشرکین کا زور آپؐ نے اس طرح توڑ دیا کہ فتح مکہ کے موقع پر فی الواقع انہوں نے گھٹنے ٹیک دیے۔ یہود کی سیاسی سازشوں کا بھی آپؐ نے خاتمہ کردیا۔ رومیوں کی سرکوبی کے لیے بھی آپؐ نے انتظامات فرمائے۔ یہ سارے کام آپؐ نے کر ڈالے۔ لیکن اس سارے کام کے اندر انسانی خون بہت کم بہا۔ نبی کریم ﷺ سے پہلے کی تاریخ بھی شہادت دیتی ہے، اور آج کے واقعات بھی شہادت دے رہے ہیں، کہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے انقلاب میں بھی ہزاروں لاکھوں جانیں ختم ہوجاتی ہیں۔ اور مال و اسباب کی بربادی کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا، لیکن نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے جو انقلاب برپا ہوا، اس کی عظمت اور وسعت کے باوجود شاید ان نفوس کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں ہوگی، جو اس ساری جدوجہد کے دوران حضور ﷺ کے ساتھیوں میں شہید ہوئے یا مخالف گروہ کے آدمیوں میں سے قتل ہوئے۔

پھر یہ بات بھی غایت درجہ اہمیت رکھتی ہے کہ دُنیا کے معمولی معمولی انقلابات میں ہزاروں، لاکھوں آبروئیں فاتح فوجوں کی ہوس کا شکار ہوجاتی ہیں۔ اس تہذیب و تمدن کے زمانے میں بھی ہم نے دیکھا ہے کہ فاتح ملک کی فوجوں نے مفتوح ملک کی سڑکیں اور گلیاں

حرام کی نسلوں سے بھردی ہیں۔اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اربابِ سیاست اس صورتِ حال پر شرمندگی اور ندامت کا اظہار کرنے کی بجائے اس کو ہر انقلاب کا ایک ناگزیر نتیجہ قرار دیتے ہیں۔لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں جو انقلاب رونما ہوا، اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ کوئی ایک واقعہ بھی ہم کو ایسا نہیں ملتا کہ کسی کی ناموس پر دست درازی ہوئی ہو۔

اہل سیاست کے لیے طمطراق بھی سیاست کے لوازم میں سے سمجھا جاتا ہے۔جو لوگ عوام کو ایک نظام میں پرونے اور ایک نظم قاہرہ کے تحت منظم کرنے کے لیے اُٹھتے ہیں، وہ بہت سی باتیں اپنوں اور بیگانوں پر اپنی سطوت جمانے اور اپنی ہیبت قائم کرنے کے لیے اختیار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ساری باتیں ان کی سیاسی زندگی کے لازمی تقاضوں میں سے ہیں۔اگر وہ یہ باتیں نہ اختیار کریں گے تو سیاست کے جو تقاضے ہیں وہ ان کے پورے کرنے سے قاصر رہ جائیں گے۔اسی طرح کے مقاصد کے پیش نظر جب وہ نکلتے ہیں تو بہت سے لوگ ان کے جلو میں چلتے ہیں۔جہاں وہ ظاہر ہوتے ہیں، ان کے نعرے بلند کرائے جاتے ہیں۔جہاں وہ اترتے ہیں، ان کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔جلسوں میں ان کی شان میں قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔جب وہ مزید ترقی کرجاتے ہیں تو ان کے لیے قصر و ایوان آراستہ کیے جاتے ہیں۔ان کو سلامیاں دی جاتی ہیں۔ان کے لیے بری و بحری اور ہوائی، خاص سواریوں کے انتظامات کیے جاتے ہیں۔جب کبھی وہ سڑک پر نکلنے والے ہوتے ہیں تو سڑک دوسروں کے لیے بند کردی جاتی ہے۔اس زمانہ میں اِن چیزوں کے بغیر کسی صاحب سیاست کا تصور نہ دوسرے لوگ ہی کرتے ہیں اور نہ کوئی صاحبِ سیاست ان لوازم سے الگ خود اپنا کوئی تصور کرتا ہے۔لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ اس اعتبار سے بھی دنیا کے تمام اہل سیاست سے الگ رہے۔جب آپؐ نے اپنے صحابہ ؓ میں چلتے تو کوشش فرماتے کہ سب کے پیچھے چلیں۔مجلس میں تشریف رکھتے تو اس طرح گھل مل کر بیٹھتے کہ یہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کون ہیں۔کھانا کھانے کے لیے بیٹھتے تو دوزانو ہو کر بیٹھتے اور فرماتے کہ میں اپنے رب کا غلام ہوں، اور جس طرح ایک غلام کھانا کھاتا ہے اسی طرح میں بھی کھانا کھاتا ہوں۔ایک مرتبہ ایک بدو اپنے اس تصور کی بناپر، جو حضور ﷺ کے بارے میں اس کے ذہن میں رہا ہوگا، سامنے آیا تو حضور ﷺ کو دیکھ کر کانپ گیا۔آپؐ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ڈرو نہیں، میری ماں بھی سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔یعنی جس طرح تم نے اپنی ماں کو بدویانہ زندگی میں سوکھا گوشت کھاتے دیکھا ہوگا، اسی طرح سوکھا گوشت کھانے والی ایک ماں کا بیٹا میں بھی ہوں۔نہ آپؐ کے لیے کوئی خاص سواری تھی۔نہ کوئی خاص قصر وایوان اور نہ کوئی خاص باڈی گارڈ تھا۔آپؐ جو لباس دن میں پہنتے اسی میں شب میں استراحت فرماتے، اور تمام اہم سیاسی امور کے فیصلے فرماتے۔

یہ خیال نہ فرمایئے کہ بدویانہ زندگی میں سیاست اس طمطراق اور اس ٹھاٹ باٹ سے آشنا نہیں ہوئی تھی، جس طمطراق اور جس ٹھاٹ باٹ کی اب وہ عادی ہوگئی ہے۔جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں، ان کا خیال بالکل غلط ہے۔سیاست اور اہل سیاست کی تانا شاہی ہمیشہ سے یہی رہی ہے۔فرق اگر ہوا ہے تو محض بعض ظاہری باتوں میں ہوا ہے۔البتہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے ایک نئے طرز کی سیاسی زندگی کا نمونہ دنیا کے سامنے رکھا، جس میں دنیوی کروفر کی بجائے خلافت الٰہی کا جلال اور ظاہری ٹھاٹ باٹ کی جگہ خدمت اور محبت کا جمال تھا۔لیکن اس سادگی، فقر اور درویشی کے باوجود اس کے دبدبے اور اس کے شکوہ کا یہ عالم تھا کہ روم وشام کے بادشاہوں پر اس کے تصور سے لرزہ طاری ہوتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی سیاست اور آپؐ کے تدبر کا ایک اور پہلو بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپؐ نے اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں ایسے لوگوں کی ایک بڑی جماعت بھی تربیت کرکے تیار کردی جو آپؐ کے پیدا کردہ انقلاب کو اس کے اصلی مزاج کے مطابق آگے بڑھانے، اس کو مستحکم کرنے اور اجتماعی و سیاسی زندگی میں اس کے مقتضیات کو بروئے کار لانے کے لیے پوری طرح اہل تھے۔چنانچہ اس تاریخی حقیقت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کرسکتا کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد اس انقلاب نے عرب سے نکل کر آس پاس کے دوسرے ممالک میں قدم رکھا، اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کرۂ ارض کے تین براعظموں میں اس نے اپنی جڑیں جمالیں۔اور اس کی اس وسعت کے باوجود اس کی قیادت کے لیے موزوں اشخاص ورجال کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔میں نے جن تین براعظموں کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کے متعلق یہ حقیقت بھی ہر شخص جانتا ہے کہ ان کے اندر وحشی قبائل آباد نہیں تھے، بلکہ وقت کی نہایت ترقی یافتہ جبار و قہار شہنشاہتیں تھیں۔لیکن اسلامی انقلاب کی موجوں نے جزیرۂ عرب سے اُٹھ کر ان کو ان کی جڑوں سے اس طرح اکھاڑ کر پھینکا گویا زمین میں ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں تھی۔اور اُن کے ظلم و جور کی جگہ ہر گوشے میں اسلامی تہذیب وتمدن کی برکتیں پھیلا دیں۔جن سے دنیا صدیوں تک متمتع ہوتی رہی۔

دنیا کے تمام مُدبّرین اور اہل سیاست کی پوری فہرست پر نگاہ ڈال کر غور کیجئے کہ ان میں کوئی شخص بھی ایسا نظر آتا ہے، جس نے اپنے دو چار ساتھی بھی ایسے بنانے میں کامیابی حاصل کی ہو جو اس کے فکر و فلسفے اور اس کی سیاست کے ان معنوں میں عالم اور عامل رہے جن معنوں میں رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے عالم وعامل ہزاروں صحابہؓ تھے؟

آخر میں ایک بات بطور تنبیہ عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کا اصلی مرتبہ اور مقام یہ ہے کہ آپؐ نبیٔ خاتم اور پیغمبر عالم ہیں۔سیاست اور تدبر اس مرتبۂ بلند کا ایک ادنیٰ شعبہ ہے۔جس طرح ایک حکمران کی زندگی پر ایک تحصیلدار کی زندگی کے زاویے سے غور کرنا ایک بالکل ناموزوں بات ہے، اس سے زیادہ ناموزوں بات شاید یہ ہے کہ ہم سید کونین ﷺ کی زندگی پر ایک ماہر سیاست یا ایک مدبر کی زندگی کی حیثیت سے غور کریں۔نبوت و رسالت ایک عظیم عطیہ الٰہی ہے۔جب یہ عطیہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو بخشتا ہے، تو وہ سب کچھ اس کو بخش دیتا ہے، جو اس دنیا میں بخشا جاسکتا ہے۔پھر حضور ﷺ تو صرف نبی ہی نہیں تھے، بلکہ خاتم الانبیاء تھے۔صرف رسول ہی نہیں تھے، بلکہ سیدالرسل تھے۔صرف اہل عرب ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام عالم کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔اور آپؐ کی تعلیم و ہدایت صرف کسی خاص مدت ہی کے لیے نہیں تھی، بلکہ ہمیشہ باقی رہنے والی تھی۔اور یہ بھی ہر شخص جانتا ہے کہ حضور ﷺ کسی دینِ رہبانیت کے داعی بن کر نہیں آئے تھے، بلکہ ایک ایسے دین کے داعی تھے، جو رُوح اور جسم دونوں پر حاوی اور دُنیا و آخرت دونوں کے حسنات کا ضامن تھا۔جس میں عبادت کے ساتھ سیاست، درویشی کے ساتھ حکمرانی کا جوڑ محض اتفاق سے پیدا نہیں ہوگیا تھا، بلکہ یہ عین اس کی فطرت کا تقاضا تھا۔جب صورت حال یہ ہے تو ظاہر ہے کہ حضور ﷺ سے بڑا سیاستدان اور مدبر کون ہوسکتا ہے۔لیکن یہ چیز آپؐ کا اصلی کمال نہیں، بلکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا، آپؐ کے فضائل و کمالات کا محض ایک ادنیٰ شعبہ ہے۔

☆☆☆

حقیقی عزت والے ﷺ

حافظ محمد مشتاق ربانی

لفظ عزت اُردو میں احترام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جبکہ عربی زبان میں احترام کے ساتھ ساتھ وسیع تر معانی میں مستعمل ہے۔ عربی زبان میں ''عزۃ'' (ھاء منقوطہ کے ساتھ) دراصل غلبہ اور قوت کے مفہوم میں ہے۔ یہ ایسی حالت کو کہتے ہیں جب انسان غالب ہو اور یہ ذلت کے بالمقابل ہے۔ ابن سیدہ کی کتاب ''المحکم والمحیط الاعظم فی اللغۃ'' میں ''عزۃ'' کے معنی رفعت اور غلبہ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ''العزیز'' ہے جو غالب ہے یعنی غلبہ واقتدار صرف اس کے قانون کو حاصل ہے۔ ''العزیز'' بادشاہ کو بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے قرآن حکیم میں (امرأت العزیز) (یوسف:30) ''عزیز (بادشاہ) کی بیوی'' کے الفاظ آئے ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ ''تدبر قرآن'' میں اس لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ''لفظ بادشاہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اور اونچے درجے کے بااختیار و بااقتدار افسروں اور عہدہ داروں کے لیے بھی، چونکہ یہ شخص شاہی باڈی گارڈ کا افسر اعلیٰ تھا، اس وجہ سے عورتوں نے اس کے لیے عزیز کا لفظ استعمال کیا۔'' ع ز ز مادہ ہی سے عزّیٰ مشتق ہے جو قریش اور بنی کنانہ یا قبیلہ غطفان کے بت کا نام بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى﴾ (النجم:19) ''بھلا تم دیکھو لات اور عزّیٰ کو''۔ ابولہب کا نام بھی عبدالعزی تھا۔ قرآن شریف کے لیے (انہ لکتاب عزیز) ''بے شک یہ ایک بلند پایا کتاب ہے۔'' کی ترکیب وارد ہوئی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ ''کتاب عزیز'' کے دو پہلو ذکر کرتے ہیں، ایک تہدید و وعید کا، اور دوسرا قرآن شریف کی طہارت و پاکیزگی کا۔ تہدید و وعید کے حوالے سے یہ ہے کہ جو لوگ اس کا انکار کریں گے، یہ کتاب ان کا فیصلہ کر کے رہے گی اور طہارت و پاکیزگی کے حوالے سے یہ ہے کہ یہ شیاطین جن و انس خواہ کتنا ہی زور لگائیں وہ اس میں کوئی گڑبڑ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ باطل نہ اس کے آگے سے گھس سکتا ہے، نہ اس کے پیچھے سے۔ اللہ تعالیٰ نے شیاطین کی دراندازی سے اس کو ہر جانب سے بالکل محفوظ بنایا ہے۔

مولانا مودودیؒ ''تفہیم القرآن'' میں ﴿اَيَبۡتَغُوۡنَ عِنۡدَهُمُ الۡعِزَّةَ﴾ (النساء:139) ''کیا وہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں۔'' کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''عزت کا مفہوم عربی زبان میں اُردو کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہے، اُردو میں عزت محض احترام اور قدر و منزلت کے معنی میں آتا ہے، مگر عربی میں عزت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسی بلند اور محفوظ حیثیت حاصل ہو جائے کہ کوئی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے، دوسرے الفاظ میں لفظ عزت ناقابل ہتک حرمت کا نام ہے۔''

یہاں ہم لفظ عزت کو اُردو کے اعتبار سے پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ تمام انسانوں سے معزز ترین ہیں جبکہ آپؐ کے مخالفین جو اپنے آپ کو معزز سمجھ بیٹھے تھے، نہایت ذلیل لوگ تھے، جیسے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی نے خود اپنی زبان سے اپنے آپ کو معزز کہا، لیکن دونوں دنیا میں ہی رسوا ہوئے۔

عمرو بن ہشام بن مغیرہ مخزومی جس کی کنیت ابوالحکم تھی، اور جسے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی دشمنی کی وجہ سے ابوجہل کہا جاتا تھا، وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ معزز سمجھتا تھا۔ ابن جریر الطبری نے ''جامع البیان'' میں لکھا ہے کہ اس نے ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ سے کہا: ((واللہ لأنا اعزّ من مشی بین جبلیھا)) ''اللہ کی قسم ان دو پہاڑوں میں مجھ سے زیادہ عزت اور شرف والا کوئی نہیں۔'' اس نے ہی ایک دفعہ بددعا کی، جس کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ یہ بددعا اس نے غزوۂ بدر میں عین لڑائی کے وقت مانگی، اس کی بددعا کا ذکر سورۃ الانفال میں ہے: ﴿وَاِذۡ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنۡ كَانَ هٰذَا هُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِكَ فَاَمۡطِرۡ عَلَيۡنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ﴾ (آیت:32) ''اور (یاد کرو) جب انہوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش برسا یا، ہمیں کسی دردناک عذاب میں مبتلا کر دے۔'' البیہقی کی ''دلائل النبوۃ'' کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کو تلوار کا عذاب دے کر آپؐ کے مقابلے میں ذلیل ترین بنا دیا۔ غزوۂ بدر میں اس ''معزز ترین'' ہونے کے دعویدار سردار کو دو نو عمر لڑکوں معاذ بن عمرو بن جموح اور معوذ بن عفراء ؓ نے قتل کر دیا۔ عبداللہ بن مسعود ؓ جنگ کے دوران ابوجہل کے پاس سے گزرے تو وہ سسک رہا تھا، تو اُنہوں نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

غزوۂ مریسیع یا غزوۂ بنی مصطلق میں حضرت عمرؓ کے غلام جہجاہ بن مسعود اور سنان بن وبر الجہنی کے درمیان پانی کے معاملے میں کسی قدر تکرار ہو گئی۔ جہجاہ بن مسعود نے مدد کے لیے مہاجرین کو پکارا اور سنان بن وبر الجہنی نے انصار کو مدد کے لیے پکارا۔ قریب تھا کہ مہاجرین اور انصار میں جھگڑا ہو جاتا۔ عبداللہ بن اُبی بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا ہم مدینہ لوٹ کر ان ذلیل (نعوذ باللہ من ذلک) لوگوں کو باہر کریں گے۔ اس کا یہ قول قرآن حکیم میں نقل ہوا: ﴿يَقُوۡلُوۡنَ لَئِنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ لَيُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ﴾ (المنافقون:8) ''وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ واپس گئے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔'' یہاں پر مترجمین نے ''الاعز'' کا ترجمہ ''طاقتور'' بھی اور ''الاذل'' کا ترجمہ ''کمزور'' بھی کیا ہے۔ عبداللہ بن ابی نے مہاجرین کے بارے میں یہ بھی کہا: ''سمن کلبك یا کلك'' عبداللہ بن ابی کی یہ باتیں زید بن ارقم کے ذریعے رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئیں، لیکن ان کے کم سن ہونے کی وجہ ان کی بات پر زیادہ توجہ نہ دی گئی، لیکن بعد میں وحی کے ذریعے زید بن ارقم کی تائید ہو گئی جس کا ذکر سورۃ المنافقون میں ہے۔

عبداللہ بن ابی کے بیٹے جن کا پہلے نام الحباب تھا، لیکن آپؐ نے اُن کا نام عبداللہ رکھا، آپؐ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ آپ ہی صاحب عزت ہیں اور میرا باپ ذلیل ہے، اور وہ مدینہ منورہ کے ایک تنگ راستے میں اپنے باپ کو روکنے کے لیے کھڑے ہو گئے، اور باپ آیا تو اُس سے کہا، اللہ کی قسم، تم شہر میں داخل نہیں ہو سکو گے،

باقی صفحہ 4 پر

اللہ کے رسول ﷺ کا یوم ولادت اور کرنے کا اصل کام

فرزین احمد، مبشر احمد

اللہ کے رسول ﷺ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ کسی نے 2 ربیع الاول کہا، کسی نے 8 ربیع الاول، کسی نے 12 ربیع الاول قرار دیا تو کسی نے 17 ربیع الاول، کسی نے 18 ربیع الاول کہا تو کسی نے 22 ربیع الاول۔ معروف مؤرخ اور مفسر امام حافظ ابن کثیرؒ نے ان میں سے دو یعنی 8 اور 12 ربیع الاول کے اقوال کو راجح قرار دیا۔ پھر امام صاحب نے ان دو میں سے بھی 8 ربیع الاول کو راجح قرار دیا۔

(البدایۃ والنہایۃ:2/259-262)

9 ربیع الاول: یوم ولادت

ایک خاص مکتبہ فکر کے حامل لوگوں کے ہاں 12 ربیع الاول کے حوالے سے یہ تاثر عمومی طور پر پایا جاتا ہے کہ 12 ربیع الاول اللہ کے رسول ﷺ کا یوم ولادت ہے، حالانکہ اس بات پر مؤرخین کا اختلاف ہے۔

اس بات پر تمام ائمہ امت متفق ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا یوم ولادت 'سوموار' ہے اور سن ولادت 'عام الفیل' یعنی وہ سال ہے کہ جس میں ہاتھیوں والا واقعہ رونما ہوا تھا۔ آپؐ کا یوم ولادت 'سوموار' کا دن ہے۔ اس بارے میں ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ جب آپؐ سے سوموار کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن میری بعثت ہوئی''۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب، صیام ثلاثۃ)

قسطنطنیہ کے مشہور ہیئت دان اور ماہر فلکیات 'محمود پاشا فلکی' نے اپنی کتاب 'التقویم العربی قبل الاسلام' میں ریاضی کے اصول وقواعد کی روشنی میں متعدد جدول بنا کر ثابت کیا ہے کہ اگر عام الفیل، ماہ ربیع الاول اور سوموار کے دن کو صحیح مانا جائے اور فرزند رسول ﷺ حضرت ابراہیم کی وفات پر سورج گرہن لگنے سے حساب کیا جائے تو آپؐ کی پیدائش 9 ربیع الاول ہی قرار پاتی ہے اور شمسی عیسوی تقویم کے حساب آپ ﷺ کی پیدائش کا وقت 20 اپریل 571ء بروز پیر کی صبح قرار پاتا ہے۔ (محاضرات تاریخ الامم الاسلامی: 62/1، حدائق الانوار:29/1)

اسی طرح رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ کے زیر اہتمام سیرت کے عالمی مقابلہ میں ایوارڈ یافتہ کتاب ''الرحیق المختوم'' کے مصنف کے بقول رسول ﷺ مکہ مکرمہ میں شعب بنی ہاشم کے اندر 9 ربیع الاول، عام الفیل یوم دوشنبہ کو صبح کے وقت پیدا ہوئے۔

علاوہ ازیں برصغیر کے مشہور مؤرخین مثلاً علامہ شبلی نعمانی، قاضی سلیمان منصور پوری، اکبر شاہ نجیب آبادی رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی '9 ربیع الاول' کو جدید تحقیق کے مطابق صحیح ترین قرار دیا ہے۔ (سیرت النبی از شبلی نعمانی:171/1، تاریخ اسلام از اکبر شاہ:87/1)

12 ربیع الاول: یوم وفات

12 ربیع الاول کے یوم وفات ہونے پر تمام مؤرخین متفق ہیں۔

1۔ ابن سعد حضرت عائشہ ؓ سے اور عبد اللہ بن عباس ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے 12 ربیع الاول کو وفات پائی۔

(طبقات ابن سعد:272/2)

2۔ امام ذہبیؒ سے بھی یہی منقول ہے۔

(تاریخ اسلام از ذہبی:569)

3۔ حافظ ابن کثیرؒ نے امام ابن اسحاقؒ کا بھی یہی قول نقل کیا ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ:5-255)

4۔ مؤرخ ابن اثیر کا قول بھی یہی ہے کہ 12 ربیع الاول، سوموار کے دن ہی آپؐ نے وفات پائی۔

(اسد الغابۃ:41/1، الکامل:219/4)

5۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسے ہی جمہور کا موقف قرار دیا ہے۔ (فتح الباری:261/16)

6۔ محدث ابن حبانؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن حبان:ص404)

7۔ امام نوویؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (شرح صحیح مسلم)

8۔ مؤرخ ومفسر ابن جریر طبریؒ کا بھی یہی موقف ہے۔ (تاریخ طبری:207/3)

9۔ امام بیہقیؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

(دلائل النبوۃ:225/7)

10۔ ملا علی قاری کا بھی یہی قول ہے۔

(شرح مشکوٰۃ 104، ج11)

11۔ سیرت نگار مولانا شبلی نعمانی کی بھی یہی رائے ہے۔ (سیرۃ النبی ص183، ج2)

12۔ قاضی سلیمان منصور پوریؒ نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ (رحمت للعالمین ص251، ج1)

13۔ صفی الرحمٰن مبارک پوریؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

(الرحیق المختوم:ص752)

14۔ ابوالحسن علی ندویؒ نے بھی اسی رائے کو بیان کیا ہے۔ (سیرت النبویۃ:404)

15۔ مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

یوم میلاد کا پیغام

موجودہ زمانے میں 12 ربیع الاول کو جو محفل میلاد بڑے دھوم دھام سے منائی جاتی ہے اور اسراف و تبذیر کا معاملہ ہوتا ہے، اس کا ثبوت قرآن حکیم، احادیث نبویہؐ، صحابہؓ اور سلف صالحینؒ کے دور میں نہیں ملتا۔ یہ بات ضرور ہے کہ آپؐ نے اپنی پیدائش کی خوشی میں 'سوموار' کے دن روزہ رکھا۔ پس اللہ کے رسول ﷺ کی ولادت کی خوشی اسی طرح سے منائی چاہیے جیسا کہ آپؐ نے منائی ہے یعنی اس دن روزہ رکھ کر۔ اختلاف اس میں نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی ولادت کی خوشی ہونی چاہیے یا نہیں۔ اختلاف تو اس میں ہے کہ آپؐ نے اپنی پیدائش کی خوشی جیسے منائی ہے ویسے ہی

(باقی صفحہ 18 پر)

پاکستان کا ایٹمی پروگرام

میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح

سمیع

پاکستان ایک مملکت خداداد ہے۔اس کا وجود میں آنا کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔ ذرا غور فرمائیں، تحریک پاکستان کا کن شرکی قوتوں سے مقابلہ تھا۔ایک طرف انگریز قوم تھی جس نے مسلمانوں سے اقتدار چھینا تھا۔ وہ قوم جس کی سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔انگریز اپنی مملکت کو وسعت دینے کے ہر حربے سے واقف تھے۔ دوسری جانب ہندو قوم تھی جو ہندوستان کو بھارت ماتا کا درجہ دیتی ہے اور آج بھی اکھنڈ بھارت کے قیام کی خواب دیکھتی ہے۔ مزید غور فرمائیں کہ پاکستان کا قیام نعرہ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ'' کا مرہون منت تھا۔تحریک پاکستان کی قیادت قائد اعظم محمد علی جناح کے ہاتھوں میں تھی۔ انہوں نے اپنے فہم وفراست اور حسن تدبر سے بظاہر ایک ناممکن مہم کو ممکن بنادیا۔افسوس کہ ہمارے ''کالے انگریز'' حکمرانوں نے اس مملکت پر ایسی طرز سیاست مسلط کی کہ جس کے نتیجے میں یہ شکست وریخت سے دوچار ہوئی۔

پاکستان کے ساتھ دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کردہ اس مملکت کو ایٹمی قوت سے نواز کر اسے دشمنوں کی جارحیت سے محفوظ بنادیا۔آج صورتحال یہ ہے کہ تمام غیر مسلم اقوام کی نظروں میں پاکستان کا ایٹمی پروگرام کھٹکتا ہے۔ ان کا بس نہیں چلتا کہ وہ پاکستان کے ایٹمی دانت توڑ سکیں۔ اس پروگرام کے حوالے سے امریکہ کا گاجر اور چھڑی Carrot and stick کا کھیل جاری ہے۔ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام محفوظ ہاتھوں میں ہے تو دوسری طرف اس خدشے کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اس پر انتہا پسندوں کا قبضہ ہوسکتا ہے۔

نائن الیون کے حادثے کے بعد جب امریکی دھمکی کے آگے پرویز مشرف نے ہتھیار ڈال دیئے اور دہشت گردی کے خلاف نام نہاد عالمی اتحاد میں فرنٹ لائن بننے کا فیصلہ کرلیا تو اس نے قوم کو جو سبز باغ دکھائے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ ہمارے حساس اثاثوں کو تحفظ حاصل ہوجائے گا۔ایسا نہیں کہ وہ نہ جانتا ہو کہ امریکہ ہمارے ایٹمی پروگرام کے بارے میں کیا رویہ رکھتا ہے، اسے تو اپنے اس نامعقول بلکہ بزدلانہ فیصلے کے حق میں قوم کے سامنے جواز پیش کرنا تھا۔ ہمارا ایٹمی پروگرام کب خطرے سے دوچار نہیں رہا۔ایک خبر کے مطابق ایک بڑی سازش کے ایسے تانے بانے کا سراغ لگایا گیا جس کا مقصد دہشت گردی کے واقعات کے ذریعہ پاکستان کے ایٹمی اثاثوں اور تنصیبات کو غیر محفوظ قرار دلانے کی کوششوں کو تقویت بخشنا ہے۔ معاملے کی نزاکت کے پیش نظر اس سازش کے انسداد سے متعلق تمام متعلقہ ادارے سکوت اختیار کئے ہوئے ہیں اور لب کشائی پر آمادہ نہیں۔اخبار کو موصولہ اطلاعات کے مطابق وفاقی دارالحکومت کے مضافات میں واقع پاکستان کی سویلین اور فوجی ایٹمی تنصیبات اس مذموم منصوبہ بندی کا ابتدائی ہدف تھیں۔ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے نگہبان ادارے اور سلامتی سے متعلق دیگر محکموں کو اس منصوبہ بندی کے بارے میں پہلے سے اطلاع مل چکی تھی، جس کی روشنی میں کارروائی کی گئی اور بعض گرفتاریاں بھی عمل میں لائی گئیں۔ بتایا جاتا ہے کہ اس سازش کی تیاری اور اس پر عملدرآمد میں مقامی اور طاقتور غیر ملکی عناصر شامل ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ سلامتی کے انتظامات کے اعتبار سے پاکستان کی تمام تر ایٹمی تنصیبات کے گرد کوئی چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی۔ چنانچہ منصوبہ یہ تھا کہ ان تنصیبات کے رہائشی یا مضافاتی علاقوں میں دہشت گردی کی کارروائی کی جائے اور اسے ایٹمی تنصیبات پر حملے کا رنگ دے دیا جائے۔ سیکیورٹی اداروں نے گزشتہ تین ہفتوں کے دوران راولپنڈی اور اسلام آباد کے مضافاتی علاقوں میں تلاشی کے دوران متعدد افراد کو گرفتار بھی کیا ہے۔اس نوعیت کی منصوبہ بندی میں اگرچہ کسی ملک کے ملوث ہونے کے بارے میں حتمی طور پر معلوم نہیں ہوسکا لیکن باور کیا جاتا ہے کہ یہ منصوبہ پڑوسی ملک افغانستان میں بنایا گیا ہے، جہاں پاکستان مخالف تمام انٹیلی جنس ادارے سرگرم عمل ہیں۔ وفاقی دارالحکومت کے اندر اور گردونواح میں ایسے مسلح امریکیوں کو بھی اس تناظر میں دیکھا جارہا ہے جنہیں اس اعتبار سے غیر ریاستی عناصر کا درجہ حاصل ہے کیونکہ امریکی سفارتخانہ ان کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔(بحوالہ نوائے وقت 2 نومبر 2009ء)

پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر مغرب کس قدر گہری نظر رکھتا ہے، اس کے سمجھنے کے لئے ایک امریکی جریدے کی رپورٹ کو دیکھنا چاہئے جو کچھ یوں ہے: پاکستانی فوج ایٹمی ہتھیاروں کو اپنی اہم ضرورت سمجھتی ہے۔ بھارت کے پاس 70 سے 120 جبکہ پاکستان کے پاس 60 سے 120 کے درمیان نیوکلیئر ہتھیار ہیں۔ یہ ہتھیار ایئر کرافٹ یا میزائل کے ذریعے استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ پاکستان نے اپنا permissive action link system بنایا ہوا ہے اور پاکستان کے تمام ہتھیار الیکٹریکل لاک ہیں۔ برطانوی خبر رساں ادارے نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے بارے میں امریکی جریدے کے مضمون کے حوالے سے دونوں ممالک کے ایٹمی ہتھیاروں کا موازنہ کرتے ہوئے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ پاکستان نے اپنا ایٹمی پروگرام 1971ء کی بھارت کے خلاف جنگ کے بعد شروع کیا تھا، جب ملک دو حصوں میں تقسیم ہوگیا تھا اور بنگلہ دیش بن گیا تھا۔ پاکستانی فوج ایٹمی ہتھیاروں کو اپنی ضرورت سمجھتی ہے اور یہ روایتی حریف بھارت کی برتری کا جواب ہے۔ جبکہ بھارت کا نیوکلیئر پروگرام پاکستان اور

چین کے خلاف ہے کیونکہ 1962ء میں بھارت کو چین کے خلاف سرحدی تنازعہ پر شکست ہو چکی تھی۔

(بحوالہ جنگ 12 نومبر 2009ء)

ایک جانب تو ہمیں موقع بموقع امریکہ کی جانب سے یہ کہہ کر تسلی دی جاتی ہے کہ پاکستان ایٹمی ہتھیاروں کے تحفظ کی صلاحیت رکھتا ہے تاہم ان پر قبضے کا خدشہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے جیسا کہ سی آئی اے کے ڈائریکٹر جنرل رونالڈ نے کہا ہے کہ پاکستان اپنے نیوکلیئر ہتھیاروں کا تحفظ کر سکتا ہے، تاہم ان پر حملوں کے خدشات موجود ہیں۔ یہ بات انہوں نے سینیٹ کی انٹیلی جنس کمیٹی کو بریفنگ کے دوران بتائی۔

امریکی صحافی سیمور ہرش کی رپورٹ کے مطابق اس بات کا امکان ہے کہ امریکی فوج کا خصوصی آپریشنل گروپ پہلے ہی پاکستان میں موجود ہو۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان کے نیوکلیئر ہتھیاروں کو خطرہ ہوا تو یہ یونٹس فوراً حرکت میں آ جائیں گے۔ ایک نجی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے سیمور ہرش نے کہا کہ امریکہ کے انڈر کور سیکیورٹی یونٹس کی پاکستان میں موجودگی کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے کچھ ارکان امریکہ میں بھی ہو سکتے ہیں جو پاکستان کے نیوکلیئر ہتھیاروں کو کسی بھی قسم کے خطرات یا بحران کے پیش نظر شارٹ نوٹس پر حرکت میں آ سکتے ہیں اور انہیں اس کی تربیت حاصل ہے۔ ایک سوال پر ان کا کہنا تھا کہ نائن الیون کے بعد امریکہ نے پاکستان کو نیوکلیئر ہتھیاروں کی حفاظت اور کمانڈ اینڈ کنٹرول اتھارٹی کو مضبوط بنانے کے لئے فنڈز اور آلات کی شکل میں مدد فراہم کی ہے اور اس مدد کے پیچھے مقصد پاکستان کے جوہری اثاثوں کو اضافی سیکورٹی فراہم کرنا تھا کیونکہ امریکہ کو پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کے بارے میں تشویش لاحق تھی۔

پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کی سیکیورٹی کے بارے میں امریکی اندیشوں اور صحافی سیمور ہرش کی رپورٹ کا بھرپور جواب پاکستان کے جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی کے چیئرمین جنرل طارق مجید نے یہ کہہ کر دیا کہ سیمور ہرش کی رپورٹ لغو اور شر انگیز ہے۔ پاکستان کے جوہری اثاثوں کی حفاظت کے لئے انتہائی موثر نظام موجود ہے جس میں جوہری اثاثوں کو محفوظ رکھنے اور ان تک رسائی کے حوالے سے سخت ترین طریقہ کار وضع کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسٹریٹیجک پروگرام کی ترقی کے نگران کی حیثیت سے وہ اس امر کا دوٹوک انداز میں اعادہ کرتے ہیں کہ ہمارے جوہری اثاثوں تک رسائی کے بارے میں حساس معلومات غیر ملکی فرد، ریاست یا ادارے کو دینے یا تبادلہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ جوہری توانائی کے عالمی ادارے (آئی اے ای اے) کے ذریعہ دیگر ممالک یا دوطرفہ روابط ایسے اثاثوں کے تحفظ کے لئے بہترین عالمی معیارات سے آگاہی دو واضح اصولوں کی بنیاد پر ہیں جو کسی کی مداخلت کے بغیر اور اپنا فیصلہ خود کرنے کا حق تفویض کرتے ہیں۔ ہمارے سیکیورٹی نظام میں تمام ممکنہ خطرات سے بہتر طور پر نمٹنے کی صلاحیت پہلے سے موجود ہے اور ان اثاثوں کی حفاظت کے لئے پاکستان کو غیر ملکی فوج کی مدد کی ضرورت نہیں کیونکہ ہماری افواج کی استعداد ان سے بہتر ہے۔

(بحوالہ نوائے وقت 10 نومبر 2009ء)

یہ تو امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس بھی تسلیم کرتے ہیں کہ انہیں پتہ نہیں کہ پاکستان کے جوہری ہتھیار کہاں ہیں لیکن حاصل شدہ معلومات کی روشنی میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کے جوہری اثاثے محفوظ ہیں۔

جنوبی ایشیاء کے جوہری امور کے ماہر بریگیڈیئر (ر) نعیم سالک نے جو پاکستان کی اسٹریٹیجک پلانز ڈویژن سے وابستہ رہ چکے ہیں، کہا ہے کہ پاکستان نے اپنے جوہری اثاثوں کی حفاظت کے لئے سخت ترین سیکورٹی انتظامات اور ایک مضبوط کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم قائم کر رکھا ہے۔ پاکستان کے جوہری پروگرام کے حوالے سے ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی اکثر رپورٹوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسی بے بنیاد رپورٹوں خاص طور پر ملک میں دہشت گردی کے بعض واقعات کا تعلق پاکستان کے جوہری پروگرام سے جوڑ کر اس حوالے سے خدشات پیدا کرنے کی کوششیں ہوتی ہیں۔ اپنے جوہری اثاثوں کو لاحق خطرات کے بارے میں ہمارے ذمہ داران اتنے حساس ہیں کہ امریکیوں کی طرف سے ایٹمی تنصیبات کو درپیش خطرات کے باعث سہالہ پولیس کالج میں امریکی ٹریننگ سنٹر بند کر دیا گیا اور امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس کو یہ بیان دینا پڑا ہے کہ امریکہ پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں پر قبضہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ انہوں نے کہا کہ ہم پاکستان کے ایٹمی اثاثے کنٹرول میں نہیں لیں گے۔

یہ تو طے ہے کہ ایٹمی اثاثوں کی حفاظت ہمیں ہر حال میں کرنی ہے کیونکہ یہ ہمارے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے، بلکہ اگر ہم نے اس فریضے سے غفلت برتی تو یہ ایک طرح سے کفران نعمت بھی ہوگا۔ یہ وہ نعمت ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس مملکت کی حفاظت کے لئے عطا کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہمارے پاس ایٹمی ڈیٹرنٹ نہ ہوتا تو ہمارے دشمن ہمیں صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے۔ پہلے اگر ہم یہ دعا کرتے تھے کہ اللہ پاکستان کی حفاظت کرے تو اب ہمیں اس دعا کا اضافہ کر لینا چاہئے کہ اللہ ہمارے ایٹمی اثاثوں کو بھی اپنی حفاظت میں رکھے۔

پھر وہی سلسلہ وطن میں ہے!

اعجاز رحمانی

اب سکوں لاپتا وطن میں ہے
اک قیامت بپا وطن میں ہے
بم دھماکوں کی زد میں ہیں انساں
شور آہ و بکا وطن میں ہے
لوگ مجبور خودکشی پر ہیں
ظلم کی انتہا وطن میں ہے
بے حیائی کا بڑھ رہا ہے چلن
چپ ہر ایک پارسا وطن میں ہے
مسئلہ آج تک یہ حل نہ ہوا
کیا نہیں اور کیا وطن میں ہے
لوگ مجبور ہیں، پریشاں ہیں
مفلسی کی بلا وطن میں ہے
آب و دانہ ہے اور نہ ہے بجلی
بس ہوا ہی ہوا وطن میں ہے
وہ جو ہیں لوٹ مار میں مصروف
صرف ان کا بھلا وطن میں ہے
ہر برائی کو مل رہا ہے فروغ
بس یہی ارتقا وطن میں ہے
جس سے ٹکڑے ہوا وطن اعجاز
پھر وہی سلسلہ وطن میں ہے

نائن الیون: سرکاری کہانی کا پوسٹ مارٹم

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب

"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"

کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد فہیم

نائن الیون کی اصل حقیقت کے سلسلے اُن میں چند قابل قدر اور قابل غور تصانیف کا حوالہ مفید رہے گا جو نائن الیون کی امریکی سرکاری کہانی کو طشت از بام کرنے کے لیے کافی ہیں۔ جیسے برطانوی محقق نفیذ احمد کی کتاب "The War on Truth: 9/11, Disinformation and the Anatomy of Terrorism" (2005) پھر کیلی فورنیا کے عالم دینیات اور فلسفی ڈیوڈ رے گریفن کی دو کتابیں ہیں:

(i) The New Pearl Harbor: Disturbing Question about the Bush Administration and 9/11 (2004)

(ii) The 9/11 Commission Report: Question and Distorturies (2005)

یہ دونوں کتابیں Olive Blranch Press نے شائع کی ہیں۔ اس کے علاوہ مائیکل روپرٹس کی تصنیف، "Crossing the Rubicon:The Decline of the American Empire at the End of the Age of Oil" (2004) بھی بہت اہم ہے۔ اِسے New society publishers of Gabriola نے شائع کیا ہے۔ روپرٹس پہلا صحافی ہے جس نے برسر عام اپنے نیوز لیٹر "From the Wilderness" میں کہا تھا کہ نائن الیون ایک False-flag operation ہے۔ اس نے ڈک چینی کو اصل آپریشن کا ماسٹر مائنڈ بتایا ہے۔

ان ابھرتے ہوئے حقائق کے برعکس نائن الیون سانحہ کے اصل سازشی بُش اور ڈک چینی دُنیا کو باور کرانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ تاریخ عالم میں ہونے والے اِس سب سے بڑے واقعہ کی صبح ہوائی جہازوں کی ہر چیز اصلی حالت میں تھی۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی غیر مجاز یا ناقابل شناخت جہاز داخل ہو جاتا ہے، یا جہاز سے رابطہ منقطع ہو جاتا ہے یا عام شیڈول کے خلاف کوئی معاملہ ہو جاتا ہے، (ضروری نہیں کہ اس سے کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو) تو فوری طور پر ائیر فورس کو الرٹ کیا جاتا ہے اور جیٹ فائٹرز کو فضا میں بھیج دیا جاتا ہے۔ نائن الیون کے حوالہ سے جو خلاف معمول بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایسے اقدامات اُٹھائے ہی نہیں گئے۔ اس موقع پر ہائی کمان کے حکم کے بغیر ائیر فورس کو خود بخود ایکشن میں آنا چاہیے تھا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ چاروں جہازوں میں سے ہر ایک کے لیے عام طریق کار کو ترک کیا گیا۔ چند ایک ناراض مسلمانوں کے لیے یہ بات ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے خوفناک مشن کی تکمیل کے لیے دُنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ کمیونیکیشن سسٹم جام کر سکیں۔ یہ بالکل ہی ناممکن ہے۔ حیرت ہے کہ چار مسافر جہاز 11 ستمبر 2001ء کو نہایت کامیابی کے ساتھ ہائی جیک کر لیے گئے۔ فلائٹ نمبر 11 نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے شمالی جانب کریش کیا۔ فلائٹ 175 نے اُس کے جنوب میں کریش کیا۔ فلائٹ 77 نے پینٹا گون میں کریش کیا اور فلائٹ 93 نے پنسلوینیا کے اطراف میں کریش کیا۔ جس وقت جہازوں کی ہائی جیکنگ اور ٹکرانے کا عمل جاری تھا، اُس وقت نارتھ امریکن ائیر ڈیفنس کمانڈ NORAD بھی ایک اہم آپریشن "Operation Northern Vigilance" میں مصروف تھا۔ وہ اس وقت اپنے پورے سٹاف سمیت الرٹ حالت میں تھا اور سینئر افسران تمام سٹیشنوں پر موجود اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ جب پہلے جہاز کی ہائی جیکنگ کی خبر آئی تو تمام چین آف کمانڈ موجود اور تیار تھی۔ مگر کوئی دفاعی تدبیر نہیں کی گئی، حالانکہ معاملہ اس بات کا متقاضی تھا کہ اِن دہشت گردانہ حملوں کے جواب میں ایک فوری ردعمل ظہور پذیر ہونا چاہیے تھا۔ چاروں ''ہائی جیک'' شدہ جہاز فیڈرل ایوی ایشن اتھارٹی (FAA) کے راڈار پر تھے اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ملک بھر کے (ATCS) ائیر ٹریفک کنٹرولرز ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ میں تھے۔ اگلے سیکشن میں یہ بات واضح ہو جائے گی کہ امریکی نائب صدر فلائٹ 77 کو جو پینٹا گون کی طرف بڑھ رہی تھی، کئی میلوں سے مانیٹر کر رہا تھا۔ انٹرسیپشن (یعنی کسی غیر متعلقہ جہاز کی راہ میں مزاحم ہونا) کے معمول کے طریق کار میں مداخلت کے چونکہ جونیئر افسران مجاز نہیں تھے، اس لئے اس سسٹم کا حرکت میں نہ آنا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ کسی بڑی اتھارٹی کے حکم پر حرکت میں آنے سے باز رہا جس کے لیے احکام بھی خفیہ طور پر دیئے جا چکے تھے۔

امریکی انتظامیہ اور مرکزی دھارے میں شامل میڈیا نے نائن الیون کے متعلق ہر حقیقی تشویش اور متعلقہ سوال سے پہلو بچانے کی کوشش کی ہے، لیکن حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکتا۔

اینڈریو ائیر بیس سے جو پینٹا گون سے صرف دس میل کے فاصلے پر واقع ہے، فلائٹ نمبر 77 کو آسانی انٹرسیپ کیا جا سکتا تھا، لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ حالانکہ یہ انٹرسیپشن اینڈریو ائیر بیس سے بھی پہلے ہونا چاہیے تھی۔ چونکہ ایسا نہیں ہوا، لہٰذا یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ نائن الیون کے متعلق سرکاری کہانی ایک مشکوک قصہ ہے۔

اگر کوئی سرکاری کہانی پر یقین کرے بھی تو بہت ساری چیزیں ایسی ہیں، جو کسی بھی منطق کی رو سے ٹھیک نہیں بیٹھتیں۔ مثلاً صبح 9 بج کر 5 منٹ پر پینٹا گون کو معلوم ہو چکا تھا کہ دو ہائی جیک شدہ طیارے ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرا گئے ہیں اور کم از کم ایک اور ہائی جیک شدہ طیارہ اب بھی لاپتہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس لمحہ یہ معلوم نہ ہو کہ فلائٹ 77 واشنگٹن کی طرف بڑھ رہی ہے، لیکن یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ ایک بہت بڑا حملہ ہونے والا ہے یعنی ایک اور جہاز کسی بھی جگہ ٹکرانے کے ارادے سے محوِ پرواز ہے۔

ان حقائق کی کچھ جھلکیاں سرکاری کہانی میں بھی

دکھائی دیتی ہیں۔ اینڈریوا ایئربیس پر فائٹرز تیار کھڑے تھے۔ تاخیر سے بھی ہو تو کم از کم 9 بج کر 25 منٹ پر تو معلوم ہو چکا تھا کہ فلائٹ 77 واشنگٹن کی طرف بڑھ رہی ہے۔ نہ صرف یہ کہ ایک اینڈریو ایئربیس پر فائٹرز کھڑے کے کھڑے رہے بلکہ جہاں سے ابتدائی طور پر جہاز کو ''ہائی جیک'' کیا گیا تھا وہاں علاقہ کو کور کرنے کی ذمہ داری جس سکواڈرن کی تھی، وہ بھی حرکت میں نہیں آیا۔

9 بج کر 25 منٹ پر تو پوری صورت حال واضح ہو چکی تھی، پھر بھی اُس وقت تک نہ تو اینڈریو ایئربیس پر کوئی حرکت عمل میں آئی اور نہ ہی وائٹ ہاؤس اور پینٹا گون کو خالی کرایا گیا، جب تک کہ فلائٹ 77 نے اپنا مشن مکمل نہ کر دیا

9 بج کر 41 منٹ پر (یعنی پینٹا گون کے ساتھ ٹکرانے سے صرف دو منٹ پہلے) دو ایف 16 فائٹرز لانگلے ایئربیس سے انٹرسپشن کے لیے روانہ کیے گئے۔ لیکن لانگلے ایئربیس 130 میل کی دوری پر ہے۔ اس لئے ان جہازوں کو فلائٹ 77 کو انٹرسیپ کرنے کی کوئی اُمید نہیں تھی۔ سرکاری کہانی میں یہ کہا گیا ہے کہ اینڈرو ایئربیس پر اس دن کوئی فائٹرز موجود نہیں تھے۔ امریکی تحقیق کاروں نے اس کو جھوٹ قرار دیا ہے۔ کیونکہ اینڈریوا ے ایف بی ویب سائٹ کا ایک صفحہ جو 12 ستمبر 2001 کو ہٹایا گیا تھا، یہ بتاتا تھا کہ بیس پر ایف 16 فائٹرز موجود تھے جو فلائٹ 77 کو انٹرسیپ کر سکتے تھے۔

اینڈریو ایئربیس پر فائٹرز کا خاص مینڈیٹ یہ ہے کہ وہ واشنگٹن ڈی سی کی تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔ اگر وہ موجود نہیں تھے تو پھر واشنگٹن ڈی سی (پینٹا گون) پر حملہ ہونے سے چند منٹ بعد وہ آسمان پر کیسے نمودار ہو گئے؟ اگلے ہی دن روسی ایئرفورس کے کمانڈر انچیف نے بھی سرکاری کہانی کے اس حصہ پر شکوک کا اظہار کیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ''عمومی طور پر یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے کل کے منظرنامے کے حالات میں کوئی دہشت گردانہ کارروائی کی جا سکے۔ جیسے ہی اس طرح کا کوئی وقوعہ پیش ہو رہا ہو تو مجھے براہ راست اس کی رپورٹ کی جاتی ہے اور ایک ہی منٹ میں ہم پوری طرح چوکس ہو جاتے ہیں۔''

برٹش ایم پی مائیکل میچر نے بھی ان الفاظ میں اپنے شکوک کا اظہار کیا ہے۔ ''یہ امریکہ ہے جو عسکری ٹیکنالوجی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور ملک ہے۔ اور یہ یقین کرنا ناممکن ہے کہ وہ اس حد تک ناکام ثابت ہو سکے۔''

سرکاری کہانی کا ایک اور حصہ یہ ہے کہ ذمہ داران نے اس وقت یہ سمجھا کہ جہاز وہائٹ ہاؤس کو نشانہ بنانے والا ہے۔ یہ تشریح اور بھی بے معنی بن جاتی ہے کیونکہ ایسی صورت حال تو اس کی زیادہ متقاضی تھی کہ امریکی ایئرفورس اور بھی تیزی سے حرکت میں آ جاتی۔ مزید برآں اگر ایسی کوئی بات تھی، جیسا کہ دعویٰ کیا گیا ہے تو پھر کیا وجہ تھی کہ وہائٹ ہاؤس کو خالی نہیں کیا گیا۔ ہاں یہ خالی کیا گیا مگر پینٹا گون پر حملہ سے دو منٹ بعد۔

فلائٹ 77 کے ٹرانسپونڈر (Transponder) کے بند ہونے اور جہاز کے پینٹا گون کے ساتھ ٹکرانے کے دوران 44 منٹ کا وقفہ ہوا۔ عام حالات میں بھی ٹرانسپونڈر کے بند ہونے کے بعد چاہیے تھا کہ خودکار انٹرسپشن سسٹم کام شروع کر دیتا، 44 منٹ تو بہت زیادہ وقفہ ہے) یہ اور بھی دور از کار معاملہ ہے کہ اس حالت میں کہ جس وقت فلائٹ 77 کا ٹرانسپونڈر آف کیا گیا یعنی صبح 8 بج کر 56 منٹ پر، تو اس وقت پہلے سے 10 منٹ کا وقت گزر چکا تھا جب ایک ہائی جیک شدہ یونائیٹڈ ایئر لائنز فلائٹ 175 ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرا گئی تھی اور اس کے پانچ ہی منٹ بعد یہ معلوم ہوا تھا کہ ایک تیسرا جہاز امریکی ایئر لائنز فلائٹ 11 ہائی جیک کر دیا گیا ہے۔ 9 بج کر 3 منٹ پر فلائٹ 11 نے بھی ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو نشانہ بنایا، مگر اینڈریو ایئربیس پر کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ 9 بج کر 24 منٹ تک نارتھ امریکن ایئر ڈیفنس کمانڈ (NORAD) کو خبردار نہیں کیا گیا تھا کہ فلائٹ 77 ممکنہ طور پر ایک ہائی جیک شدہ جہاز ہے (اس کا مطلب ہے کہ ریڈیو کیونیکشن بند ہونے کے 34 منٹ بعد تک اطلاع نہیں دی گئی) ٹاورز کو ہٹ ہوئے 21 منٹ بعد جہاز آف شدہ ٹرانسپونڈرز کے ساتھ واشنگٹن ڈی سی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پریس رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ (صحیح صورت حال کی بجائے) صرف کسی ''مشکوک ہائی جیکنگ'' کی اطلاع دی گئی تھی۔

9 بج کر 25 منٹ پر تو پوری صورت حال واضح ہو چکی تھی، پھر بھی نہ انڈریو ایئربیس پر کوئی حرکت عمل میں آئی اور نہ ہی وائٹ ہاؤس اور پینٹا گون کو خالی کرایا گیا۔ صرف دکھانے کے لئے انڈریو ایئربیس کے جہاز اُس وقت اُڑائے گئے اور پینٹا گون اور وہائٹ ہاؤس کو خالی کرایا گیا، جب فلائٹ 77 نے اپنا مشن مکمل کر دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک ایسے وقت جب بہت بڑا سیکیورٹی خطرہ درپیش تھا، فلائٹ 77 کو اپنے ٹرانسپونڈرز آف کرنے اور بشمول ممنوع علاقہ میں تین سو میل اُڑان کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ تمام راستہ پر جہاز راڈار کی نگاہ میں تھا، مگر پھر بھی بغیر انٹرسیپ ہوئے اپنے نشانہ پر جا پہنچا۔ بہ الفاظ دیگر کسی رکاوٹ کے بغیر یہ ملک کے دارالحکومت تک پہنچا اور وہائٹ ہاؤس پر سے ہو کر پینٹا گون سے جا ٹکرایا۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرانے والے دو جہازوں کو انٹرسیپ نہ کرنے کی حقیقت ٹھیک طور پر اس لئے نہیں بتائی جا سکتی کہ سرکاری کہانیاں جو اس سلسلہ میں گھڑ لی گئی ہیں وہ بدلتی رہتی ہیں۔ تاہم NORAD نے اتنا تو اقرار کیا ہے کہ اسے ہائی جیکنگ کے متعلق صبح 8 بج کر 35 منٹ پر الرٹ کیا گیا تھا۔ لیکن پینٹا گون کو ہٹ کرنے کے بعد تک اُس نے ایئرفورس کو کسی قسم کی کارروائی کرنے کے لیے متحرک نہیں کیا۔ ساتھ ہی NOARD تسلیم کرتا ہے کہ سویلین جہازوں کو جیٹ فائٹرز کا انٹرسیپ کرنا عام معمول کی بات ہے۔ این بی سی کی رپورٹ کے مطابق '' پائلٹوں کو اپنی صحیح نشان راہ (Fix) سے گزرنا ہوتا ہے اور کوئی جہاز 15 ڈگری انحراف کرتا ہے یا اپنے روٹ سے 2 میل پرے جاتا ہے تو فلائٹ کنٹرولرز panic بٹن دباتے ہیں اور جہاز کو پکارا جاتا ہے ''امریکن 11، تم راستے سے ہٹ گئے ہو۔'' یہ ایک حقیقی ایمرجنسی خیال کی جاتی ہے، جیسے کہ کوئی پولیس گاڑی 100 میل کی رفتار سے چنگھاڑتی ہوئی کسی شاہراہ پر گزرتی ہو۔ گالفر پائن سٹیوارٹ کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا، جب اس کے جہاز نے ایک Turning fix (نشانی) کو غلط (miss) کیا تو مغرب میں ٹیکساس کو جانے کی بجائے شمال کی طرف ہو چلا۔ لہٰذا اسے انٹرسیپ کرنے کے لیے فوری طور پر F.16 انٹرسیپٹرز بھیج دیئے گئے تھے۔

فلائٹ نمبر 93 کے متعلق تو یہ بات اور بھی ظاہر ہے کہ اگر وہ چاہتے تو اس کو گرا سکتے تھے یا کم از کم انٹرسیپ کر سکتے تھے۔ ان کے پاس 27 منٹ کا کافی وقت تھا۔ وہ یہ بھی جان چکے تھے کہ تین جہاز اس سے پہلے بھی کریش ہو چکے ہیں۔ اس طریق عمل کے متعلق پوچھنے پر ڈک چینی لوگوں کو کنفیوز کرنے کے لیے یہ غلط تاثر دینے کی کوشش کرتا ہے کہ اس سلسلہ میں اس لیے کچھ نہیں کیا گیا، کیونکہ ذمہ داران سراسیمگی کی حالت میں حیران و پریشان تھے، اور وہ یہ طے کر نہ سکے کہ معصوم لوگوں سے بھرے ہوئے جہاز کیسے گرائیں۔ (جاری ہے)

زبانِ خلق ہمیشہ غلط نہیں ہوتی!

حامد میر

زبانِ خلق نقارۂ خدا ہوتی ہے۔ کوئی زبانِ خلق کی سچائی کو تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن آخر کار نقارۂ خدا ہر چھپی ہوئی سچائی کو منظر عام پر لے آتا ہے۔ 11 ستمبر 2001ء کے بعد پاکستان کے فوجی حکمرانوں نے قومی مفادات کو داؤ پر لگاتے ہوئے دہشت گردی کے نام پر شروع کی جانے والی جنگ میں شمولیت اختیار کی تو زبانِ خلق نے اس فیصلے کو مسترد کیا۔ لوگوں نے کہا کہ امریکا کو پاکستان میں فوجی اڈے نہ دو کیونکہ امریکا آخر کار اس جنگ کو پاکستان میں پھیلا دے گا لیکن جنرل پرویز مشرف نے کسی کی نہ سنی۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کا حصہ بننے کے بعد ہم پہلے سے زیادہ محفوظ ہونے کی بجائے غیر محفوظ ہوتے گئے اور ستم ظریفی یہ تھی کہ ایک طرف پاکستان میں ہر طرف بم دھماکے ہو رہے تھے اور دوسری طرف امریکی ڈرون حملے بھی شروع ہو گئے۔ 2009ء میں پوری دنیا میں سب سے زیادہ خودکش حملے پاکستان میں ہوئے اور ظلم یہ تھا کہ اسی سال امریکا کے ساتھ ایٹمی تعاون کا معاہدہ کرنے والا ملک بھارت مسلسل ہم پر دہشت گردی کے الزامات لگاتا رہا۔ زبانِ خلق کہہ رہی تھی کہ پاکستان میں ہونے والے بم دھماکوں میں کہیں نہ کہیں امریکا اور بھارت کا بھی ہاتھ ہے لیکن حکومت اور ہمارے پڑھے لکھے دانشور زبانِ خلق کو جہالت کی آواز قرار دے کر مسترد کرتے رہے۔ پچھلے سال اکتوبر میں کیری لوگر بل سامنے آیا تو پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے بارے میں امریکی سوچ کھل کر سامنے آ گئی۔ پھر پاکستان میں بلیک واٹر کے خلاف شور اٹھا تو ہر طرف سے تردیدیں کی گئیں لیکن کچھ ہی عرصے میں اسلام آباد اور لاہور سے لے کر گوادر تک امریکی سفارتخانے کی گاڑیوں کو جعلی نمبر پلیٹوں کے ساتھ گھومنے کے الزام میں روکا جانے لگا۔ مشرف دور میں سہالہ پولیس کالج میں امریکیوں کی طرف سے شروع کیا جانے والا تربیتی کیمپ بھی بند کر دیا گیا اور بعض نجی سیکورٹی ایجنسیوں کے اہلکار امریکیوں کے لیے جاسوسی کرنے کے الزام میں گرفتار کر لئے گئے۔ زبانِ خلق سے نکلنے والی ہر بات کی تصدیق ہوتی گئی۔

کچھ عرصہ قبل پشاور اور چارسدہ میں بم دھماکوں کے مقامات پر عینی شاہدین سے گفتگو ہوئی تو اکثریت کہتی تھی کہ ان بم دھماکوں میں صرف طالبان ملوث نہیں بلکہ کہیں نہ کہیں امریکا بھی ملوث ہے۔ میں ثبوت مانگتا تھا لیکن لوگ کہتے تھے کہ بہت جلد ثابت ہو جائے گا کہ افغانستان کے راستے سے پاکستان میں دہشت گردی کرنے والوں کو امریکی سرپرستی حاصل ہے۔ چارسدہ میں بہت سے لوگ کہتے تھے کہ صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں میں مسلح امریکی فوجی گاڑیوں میں گھومتے ہیں لیکن ہم ان باتوں پر یقین کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ کچھ دن پہلے دیر میں ایک بم دھماکا ہوا جس میں کچھ امریکی فوجی مارے گئے اور پہلی دفعہ امریکی فوجیوں کی پاکستان میں موجودگی ثابت ہو گئی۔ اس واقعے نے بہت سے سوالات پیدا کیے۔ سب سے اہم سوال یہ تھا کہ ایک طرف امریکی ڈرون حملوں میں بہت سے بے گناہ افراد مارے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف امریکی فوج ہماری اپنی سرزمین پر بھی بیٹھے ہیں اور تیسری طرف کہا جاتا ہے کہ کیری لوگر بل پاکستان کے مفادات کے لیے خطرہ ہے۔

> کراچی میں امریکی سی آئی اے کے ساتھ مل کر ملا عبدالغنی برادر کو گرفتار کرنے والے خفیہ ادارے پاکستان میں عبدالمالک ریگی کے نیٹ ورک پر بھی توجہ دیں۔ ہوسکتا ہے کہ انہیں جنداللہ اور زاہدان میں بھارتی قونصلیٹ میں روابط کا پتا چل جائے

یہ سب تضادات پاکستان میں کیوں اکٹھے ہو رہے ہیں؟ اہم ترین سوال یہ ہے کہ پاکستانی پارلیمنٹ کی قراردادوں کے باوجود ڈرون حملے جاری رکھنے والا امریکا ہمارا دوست کیسے ہوسکتا ہے؟ امریکا نے ڈرون حملوں سے توجہ ہٹانے کے لیے پاکستان کو بھارت کے ساتھ مذاکرات کے ایک ایسے سلسلے میں الجھانے کی کوشش شروع کر دی ہے جس میں کشمیر کو اہمیت نہیں دی جائے گی۔ 25 فروری کو دہلی میں پاک بھارت مذاکرات شروع ہو رہے ہیں اور ان مذاکرات میں بھارت ایک ایسے ملک پر دہشت گردی کے الزامات لگائے گا جو پوری دنیا میں دہشت گردی کا سب سے بڑا نشانہ ہے۔ ان مذاکرات سے دو دن قبل ایران نے ایک ایسے دہشت گرد کو گرفتار کر لیا ہے جو افغانستان میں امریکی سرپرستی میں بیٹھ کر خطے میں دہشت گردی کرواتا تھا اور الزام ہمیشہ پاکستان پر آتا تھا۔

23 فروری کو ایرانی حکام نے جنداللہ نامی تنظیم کے سربراہ عبدالمالک ریگی کو دبئی سے ترکمانستان جاتے ہوئے گرفتار کر لیا۔ 11 ستمبر 2001ء کے بعد امریکی فوج افغانستان میں آئی تو کچھ عرصہ کے بعد 2003ء میں جنداللہ قائم کی گئی۔ جنداللہ نے 2006ء میں دہشت گردی کی وارداتیں شروع کیں۔ ان وارداتوں میں ایران کے شہر زاہدان میں کار بم دھماکوں کے علاوہ مساجد میں خودکش حملے بھی شامل تھے۔ مغربی میڈیا ان تمام واقعات کی ذمہ داری القاعدہ پر ڈالتا رہا لیکن 2 اپریل 2007ء کو عبدالمالک ریگی نے وائس آف امریکا کی فارسی سروس کو بتایا کہ ان واقعات کا ذمہ دار وہ ہے۔ جولائی 2008ء میں امریکی صحافی سیمور ہرش نے دعویٰ کیا کہ ریگی کو امریکی سی آئی اے کی امداد حاصل ہے۔ کچھ دن پہلے ایرانی حکومت نے الزام لگایا تھا کہ ریگی افغانستان میں امریکا کے ایک فوجی اڈے پر موجود ہے۔ اس کی گرفتاری کے بعد پتا چلا کہ ریگی افغان پاسپورٹ پر سفر کر رہا تھا اور ترکمانستان میں سی آئی اے

کے اہلکاروں کے ساتھ ملاقات کے لیے جا رہا تھا۔ اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ ایرانی بلوچستان کی سنی آبادی اکثریتی شیعہ آبادی کے برابر حقوق مانگتی ہے اور ریگی ان ہی حقوق کا علمبردار تھا، لیکن امریکی سی آئی اے کے پیسے سے مساجد میں خودکش حملہ آور بھیجنا کسی مسلمان کی خدمت نہیں ہے۔ ریگی کا افغانستان میں موجود امریکیوں کے ساتھ تعلق ثابت ہونے کے بعد ہمیں بھی سوچنا ہوگا کہ ہماری مساجد پر حملے کرنے والوں کو مدد کہاں سے مل رہی ہے؟

ایران کو چاہیے کہ عبدالمالک ریگی کے پاکستان، افغانستان اور امریکا میں جن لوگوں سے تعلقات تھے ان سب کی تفصیلات سامنے لائے، تاکہ ہمیں بھی اپنے قاتلوں کے چہروں کا پتا چلے۔ وہ خفیہ ادارے جو کراچی میں امریکی سی آئی اے کے ساتھ مل کر ملا عبدالغنی برادر کو گرفتار کرتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ پاکستان میں عبدالمالک ریگی کے نیٹ ورک پر بھی توجہ دیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کو جنداللہ اور زاہدان میں بھارتی قونصلیٹ میں روابط کا پتا چل جائے اور یہ بھی معلوم ہوجائے کہ خطے میں دہشت گردی کا اصل ذمہ دار کون ہے۔ بھارت سے مذاکرات ضرور کیجیے لیکن زبان خلق کو نظرانداز نہ کریں۔ زبان خلق کا مطالبہ ہے کہ پاکستان میں بھارت اور امریکا کی دہشت گردی کو بے نقاب کیا جائے۔ (بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

☆☆☆

بقیہ: کرنے کا اصل کام

منانی چاہیے یا اپنی طرف سے کوئی نیا طریقہ ایجاد کرلینا چاہیے۔ پس آپؐ کی پیدائش کی خوشی ہر سال کی بجائے ہر ہفتے بھی منائی جاسکتی ہے، لیکن اس طرح جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے منائی ہے، یعنی سوموار کے دن روزہ رکھتے ہوئے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی آمد کی خوشی میں بازار سجائے جاتے ہیں، گھروں میں جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں، قبرستانوں میں چراغاں کیا جاتا ہے، مختلف جگہوں سے جلسے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ کیا یوم میلادالنبی ہمیں یہی پیغام دیتا ہے؟ کیا ہمیں قرآن، حدیث اور سنت سے بھی پیغام ملا ہے؟ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ کیا ہم عشق رسول ﷺ میں اللہ اور رسول ﷺ کی معین کردہ حدود کو عبور تو نہیں کر رہے؟ کیا ہم دنیا میں آنے کا مقصد تو نہیں بھول گئے؟ ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ ہمیں یہ دن کس طرح منانا ہوگا؟ یہ ہمارے لیے یقیناً خوشی کا دن ہے۔ اگر ہم اسے دماغ کی نظر اور دل کی آنکھ سے دیکھیں تو یہ ہمارے لیے تجدید عہد کا دن بھی ہے۔ کیا ہم نے تجدید ایمان کی ہے؟ کیا ہر سال آنے والا میلاد ہمارے لیے تبدیلی کا باعث بنتا ہے؟ کیا ہم عملی طور پر عاشق رسول ﷺ ہونے کا ثبوت دیتے ہیں؟ کیا ہماری زندگیاں صحابہ ؓ کے اصولوں کے مطابق گزر رہی ہیں......؟ یوم میلاد النبی ﷺ ہمیں بھائی چارے، اخوت اور مساوات کا درس دیتا ہے۔ اسلام عدل وانصاف کا درس دیتا ہے۔ انہی بہترین اخلاقی اقدار کی وجہ سے اس دور میں اسلام عروج پر تھا۔ مسلمانوں کو بہترین مقام حاصل تھا۔ لیکن افسوس صد افسوس مسلمان اپنا مقام کھو بیٹھے اور وحدت امت کے تصور کو بھول کر مختلف راستے ڈھونڈنے لگے۔ مسلمانو، اگر تم آج بھی فضائے بدر پیدا کرو تو اللہ کا وعدہ ہے، وہ اب بھی تمہاری مدد کے لیے فرشتے اتار سکتا ہے۔ آیئے، ہم مسلمان مل کر یہ عہد کریں کہ اس میلاد کے موقع پر تجدید ایمان کریں گے اور آئندہ ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر گزاریں گے۔

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ ڈیفنس لاہور میں رہائش پذیر کشمیری راٹھور فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم آرکیٹیکٹ انجینئر، صوم و صلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ ہم پلہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:

042-35743308 / 0321-4421201

☆ قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی کے ملتزم رفیق، عمر 38 سال، تین بچے، بچے ابھی ماں (طلاق یافتہ) کے پاس ہیں، کے لیے ایک دینی اور نرم مزاج خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ طلاق یافتہ/خلع یافتہ خواتین بھی رجوع کرسکتی ہیں۔

برائے رابطہ: 0307-2852548

دعائے صحت کی اپیل

○ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے معتمد انوار احمد خاں کی والدہ عارضہ قلب کے باعث بہت علیل ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دُعائے مغفرت کی اپیل

○ تنظیم اسلامی پشاور کے ملتزم رفیق حافظ جمیل اختر کے سسر وفات پاگئے

○ تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے رفیق زوہیب حسن کے نانا رحلت فرماگئے

○ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن، کھاریاں کے رفیق عدنان لطیف کے دادا اور طارق محمود خان کے چچا، نارووال کے رفیق حاجی محمد اقبال کے والد اور وزیرآباد کے رفیق سرفراز چیمہ کے والد وفات پاگئے

اللہ تبارک وتعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے۔ قارئین و رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم فیصل آباد شرقی میں ملک احسان الٰہی کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ فیصل آباد کی جانب سے مقامی تنظیم فیصل آباد شرقی میں امیر کے تقرر کے لیے موصول ہونے والی اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 8رفروری 2010ء میں مشورہ کے بعد ملک احسان الٰہی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم بیروٹ میں نوید احمد عباسی امیر مقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم بیروٹ میں تقرر امیر کے لیے موصول ہونے والی اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 8رفروری 2010ء میں مشورہ کے بعد جناب نوید احمد عباسی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

and style is that if "forebears" had the power of tradition and the Quraysh were willing to kill for it, then why limit how far back you move to in defense of ancestry and their belief systems? Why not meander back to their ultimate patriarch Ishmael and father Abraham himself, and their relentless devotion to God, the one and only? Immutable truths have to matter. Right?

The Quraysh fought a losing battle, yes. The irony is located in their over-whelming concern with their forebears. While the Prophet's message involved a forefather ethic, it was far more powerful and whole, as if to say: Let's go to Abraham because there you will find tradition and truth together, which is really how any City of God can find authenticity.

(Courtesy: Al-Jumuah)

Keep the Spirit Alive

(For my brothers in faith in southern Afghanistan)

From south and west, away from my place,
I hear a sound; faint and deep,
From the land of mountains, rivers and rocks,
Where my brothers in faith live active in struggle,
The horn of action blows in hard,
And conveys news of affliction and pain;
The forces of 'batil' step in again,
This time with a much fierce face,
They have gathered together in large numbers,
And my poor brothers outnumber the game,
From around the world, the 'taghoot' stands one,
'Mushtarak[1]' in purpose; united in aim
The roar of their machines is loud and high,
They fill the earth and tear the sky,
But my brothers in faith have none of those,
They are empty of steel and exposed to death,
So each moment that passes by,
Makes me feel down and out
I wish I was there together with them,
Into the field of action and strain
And as things get harder,
A loud cry arises within me;
O my brothers in faith! Don't give up,
We stand by you, in hardship and stress,
Don't give up the struggle for truth,
Yours will be the eternal success,
We stand by you, and so does the One,
Only if you don't go astray,
Don't give up the hope to win,
If God wills you will surely make your way!
So be firm while you struggle and strive,
O my brothers in faith! Keep the spirit alive!
Keep the spirit alive!

[1] New operation launched by NATO forces in Helmand, Afghanistan has been named 'Mushtarak' which means 'together' in Dari language

تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا نقیب
غلبہ واقامتِ دین کی جدّو جُہد کا حُدی خواں

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

مارچ 2010ء کا شمارہ شائع ہو گیا ہے

''اسلام کا نظامِ حیات'' کے موضوع پر
محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ
کے مبسوط ومدلل سلسلۂ خطابات میں سے پہلا خطاب
''اسلامی نظام کی فکری اساس: ایمان''

بیان القرآن (سورۃ النساء) کی سلسلہ وار اشاعت جاری ہے

دیگر مضامین
- بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (اداریہ) .... ایوب بیگ مرزا
- اقامت دین کی جدوجہد کرنے والی جماعت کی ہیئت ترکیبی اور تنظیمی اساس .... انجینئر نوید احمد
- نماز اور ترکِ منکرات .... محمد مشتاق ربانی
- اساطینِ علم کے اربابِ اقتدار سے تعلقات .... طاہر اسلام عسکری

تنظیمِ اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

Ibrahim Abu-Shareef

Abrahamic Memory

Augustine of Hippo, better known as Saint Augustine, lived in the fourth century and wrote important books that are still read today. One of these is *The City of God*, which attempts to do many things, among them to make an intellectual refutation of Roman paganism, which was in decline when Augustine lived. The surviving pagan philosophers argued that a multitude of gods was vital for social and economic prosperity. Rome's decline, they claimed, was in fact a result of encroaching Christianity and receding paganism. Augustine devoted most of the first half of the book toward this refutation.

Like Islam, Christianity had to deal with an idolatrous setting. But unlike the Islamic context, the pagan Roman Empire in early Christianity --- centuries before Augustine --- was powerful and organized, while Arabia lacked a centralized cohesiveness that compared with the Romans. There was a vague set of observed norms and values among the Arabs, but, again, nothing compared to the Roman grid and experience.

What Arabia had going for it was actually more powerful than grid. Beneath Arabian idolatry and tribal capriciousness, the memory of Arabia was Abrahamic: The Pilgrimage, the Kabah, the well of Zamzam, the count of months and their sacred four, and, however neglected, belief in the oneness of God. While it is true that Abraham had lived and traveled to many places in the Near East, his mark is most indelible in western Arabia, the Semitic Arab experience, and the religion of Islam. Whoever embraces Islam, in fact, assumes something of the countenance of this great patriarch.

Having said that, it would be unusual for a people not to defend their way of life when confronted with another belief. It's unlikely that the prophetic luminaries of God expected their people to accept a new faith without inspection or at least curiosity. The very content of scriptures makes arguments that appeal to the mind and heart, rather than a fear of vengeance and compulsion. (How deep in the heart can faith go without thought or consideration?)

When the prophet of Islam began to preach publicly, he too confronted defenses of idolatry. Though the Quraysh a captive audience to receive their denials, their arguments had self-inflicted, more wounds because they were disconnected from the overriding concern and the passion of the Prophet, *sallallahu alayhe wa sallam* --- namely, transcending truth ("no god but God") --- with an interior uninterested with such things like context.

The Quraysh oligarchy had no ability to refute the Prophet's message on the grounds of the message itself, perhaps because of the Abrahamic memory. They made some feeble attempts with religious-sounding contentions, which fell indecorously dead. They resorted to spin and accusations: Forgery, tales of the ancients, angels failing to bring down the revelation, and attacks on the very notion of the Hereafter.

But the Quraysh's most consistent argument was about their sense of tradition, that is, clinging to what they heard from their forefathers, to which the Qur'an simply and powerfully asks: *Even if their forebears knew nothing? Even if they were not guided? Even if they understood nothing?*

The notion of "truth" for the Quraysh was not their argument. It was more about a vague loyalty to the ethos of their forebears (however conflicting, imbalanced, and socially divisive they were). The obvious conflict here in logic